لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

دُنیا کے ہر انسان کو فخر کرنا چاہئے!

کہ ہماری نوعِ انسان میں ایک ایسا انسان پیدا ہوا جس سے انسانیت کا سر اونچا اور نام روشن ہوا۔ اگر آپ نہ آتے تو دُنیا کا نقشہ کیا ہوتا اور ہم انسانیت کی شرافت و عظمت کے لئے کس کو پیش کرتے؟ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر انسان کے ہیں، محمد رسول اللہ سے اس دنیا کی رونق اور نوعِ انسانی کی عظمت ہے، وہ کسی قوم کی ملک نہیں، ان پر کسی ملک کا اجارہ نہیں، وہ پوری انسانیت کا سرمایۂ فخر ہیں، کیوں آج کسی ملک کا انسان فخر و مسرت کے ساتھ یہ نہیں کہتا کہ میرا اس نوع سے تعلق ہے جس میں محمد رسول اللہ جیسا انسانِ کامل پیدا ہوا۔

آج انسانوں کا کون سا طبقہ ہے جس پر آپ کا براہِ راست یا بالواسطہ احسان نہیں؟

کیا مردوں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کو مردانگی اور آدمیت کی تعلیم دی۔

کیا عورتوں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کے حقوق بتلائے اور ان کے لئے ہدایتیں اور وصیتیں فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

کیا کمزوروں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کی حمایت کی اور فرمایا کہ "مظلوم کی بد دعا سے ڈرو کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں، خدا کہتا ہے کہ میں شکستہ دلوں کے پاس ہوں۔"

کیا طاقتوروں اور حکمرانوں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے اُن کے حقوق و فرائض بھی بتلائے اور حدود بھی بتلائے اور انصاف کرنے والوں اور خدا سے ڈرنے والوں کو بشارت سنائی کہ بادشاہِ منصف رحمت کے سایہ میں ہوگا۔

کیا تاجروں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے تجارت کی فضیلت اور اس پیشہ کی شرافت بتلائی اور خود تجارت کر کے اس گروہ کی عزت بڑھائی، کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ سچا اور راست گفتار اور دیانت دار تاجر جنت میں قریب قریب ہوں گے۔

کیا آپ کا مزدوروں پر احسان نہیں کہ آپ نے تاکید فرمائی کہ مزدور کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو۔

کیا جانوروں تک پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہر وہ مخلوق جو جگر رکھتی ہے اور جس میں احساس و زندگی ہے اس کو آرام پہنچانا اور کھلانا پلانا بھی صدقہ ہے۔ "فی کل ذات کبد حری صدقۃ"

کیا ساری انسانی برادری پر آپ کا احسان نہیں کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر آپ شہادت دیتے تھے کہ خدایا تیرے سب بندے بھائی بھائی ہیں "ان شہید ان العباد کلھم اخوۃ"

کیا ساری دنیا پر آپ کا احسان نہیں کہ سب سے پہلے دنیا نے آپ ہی کی زبان سے سنا کہ خدا کسی ملک قوم و نسل و برادری کا نہیں سارے جہانوں اور دُنیا کے سب انسانوں کا ہے جب دنیا میں آریوں کا خدا، یہودیوں کا خدا، عیسائیوں کا خدا، مصریوں کا خدا، ایرانیوں کا خدا کہا جاتا تھا، وہاں "الحمد للہ رب العٰلمین" کی حقیقت کا اعلان ہوا اور اس کو نماز کا جزء بنا دیا گیا۔

ہماری آپ کی دُنیا میں حکماء و فلاسفہ بھی آئے، ادباء و شعراء بھی، فاتح و کشور کشا بھی، سیاسی قائد اور قومی رہنما بھی، موجدین و مکتشفین (سائنٹسٹ) بھی، مگر کسی کے آنے سے دنیا میں وہ بہار نہ آئی جو پیغمبروں کے آنے سے، پھر سب سے آخر سب سے بڑے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے آئی کہ وہ اپنے ساتھ وہ شادابی، وہ برکتیں، وہ رحمتیں نوعِ انسانی کے لئے وہ دولتیں اور انسانیت کے لئے وہ نعمتیں لے کر آیا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، تیرہ سو برس کی انسانی تاریخ پورے وثوق کے ساتھ آپ کو خطاب کر کے کہتی ہے ؎

سرسبز سبزہ ہو جو ترا پائمال ہو
ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے ٭ غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا

ماہ ربیع الاول اور مسلمان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے اور جو اس کا منکر ہے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی محروم اور بد نصیب نہیں۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت ہر مسلمان کی زندگی کا گراں قدر سرمایہ ہے۔ عشق خدا اور محبت رسول کی بے بہا نعمت و دولت سے صحابہ کرام، اولیائے عظام اور بزرگان دین مالا مال تھے اور ان کی زندگی لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد اور تمام دنیا والوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں) کا عملی نمونہ تھی۔ والدین، اولاد اور دنیا کی تمام چیزوں کی محبت پر ہمارے اسلاف نے محبت رسول کو غالب کر دیا تھا۔ عشق رسول، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر اور ایصال ثواب، مومن کا وہ امتیاز ہے جس میں ذرہ برابر کمی اس کے ایمان اور عقیدے کو مجروح کر سکتی ہے۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے اپنے ان اشعار میں کچھ بھی مبالغہ سے کام نہیں لیا ہے

نماز اچھی، زکوٰۃ اچھی، حج اچھا، روزہ بھی اچھا ٭ مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی عزت پر ٭ خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

لیکن مسلمان بھائیو! اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو!

کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار محبت کا یہ طریقہ درست ہے کہ آرائشی پھاٹک لگائے جائیں، چراغاں کیا جائے، بے جا روشنی اور سجاوٹ میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جائے اور پٹاخے چھوڑے جائیں۔

کیا اس کا جواز ہے کہ اس ذات اقدس کے نام پر جس کے گھر میں تین تین دن چولہا نہیں جلتا تھا لاکھوں روپے اس غریب قوم کے صرف کئے جائیں جس کی سیکڑوں بیوہ عورتیں، ہزاروں یتیم بچے اور مفلس افراد کو اس گرانی کے دور میں پیٹ بھر کر کھانا اور تن بھر کپڑا نصیب نہیں۔

جس قوم کے ہزاروں طلبا تعلیمی سہولتوں سے محروم ہیں۔
جس قوم کے ہزاروں مریض دوا اور علاج سے محروم ہیں۔
جس قوم کے علمی، تعلیمی اور دینی ادارے سرمائے کی کمی کی وجہ سے موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہوں۔

اظہار عقیدت و محبت کا یہ طریقہ صحیح ہے یا یہ کہ رحمۃ للعالمین محسن انسانیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار کی پیروی کی جائے اور برادران وطن کے سامنے آپ کا صحیح تعارف کرایا جائے۔

اگر صرف ایک بڑے شہر میں عید میلاد کی روشنی اور سجاوٹ پر ہونے والے خرچ کو کسی کار خیر میں لگایا جائے تو اس روپے سے سیرت پر علاقائی زبانوں میں ترجمہ اور تعارف کا ایک بڑا دار الاشاعت، یا ایک رفاہی اسپتال، یا بچوں اور بچیوں کا ایک اسکول، یا مسلم طلبا کا ایک ہوسٹل، یا نادار اور بے روزگاروں کے لئے بیت المال اور بلاسودی بینک یا ایک مفید لائبریری اور دار المطالعہ قائم ہو سکتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: اللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ۔ (اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اس وقت تک اعانت کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے)۔

ہندوستان میں مسلمان صدیوں سے برادران وطن کے ساتھ رہتے ہیں لیکن افسوس کہ یہاں کی زبانوں میں سیرت نبوی کو ابھی تک منتقل نہیں کیا گیا، اور اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج ہمارے وہ بچے بھی جو اسکولوں میں پڑھتے ہیں سیرت النبی سے زیادہ دوسری شخصیتوں سے واقف ہیں۔

ضرورت اس کی تھی کہ آسان اردو اور ہندی نیز علاقائی زبانوں مراٹھی، پنجابی، بنگالی، گجراتی، ملیالم وغیرہ میں سیرت کو منتقل کیا جائے اور اس کو پورے ملک میں بلا تفریق مذہب و ملت پھیلایا جائے۔ دوسری طرف خدمت خلق کے ایسے کام کئے جائیں جن سے دیکھنے والوں کو اندازہ ہو کہ مسلمان صحیح معنی میں اس نبی کا نام لیوا اور متبع ہے جو ساری دنیا کے لئے ابر رحمت تھا۔

اس لئے آج عہد کریں کہ اس سال عید میلاد النبی تعمیری اور رفاہی کاموں سے منائیں گے جن سے رحمۃ للعالمین محسن انسانیت کے اصل مقام اور پیغام سے دنیا روشناس اور فیضیاب ہو۔

عید میلاد کی منتظمہ کمیٹیاں، چندہ دینے والے حضرات اور تمام درد مند افراد اور ادارے مل کر مشورہ سے طے کر لیں کہ اس سال اس کثیر رقم کو جو وہ محض روشنیوں اور آرائشوں میں لگا رہے تھے، سیرت کے دار الاشاعت اور شعبۂ خدمت خلق پر صرف کریں گے اور اپنے اپنے محلے کے غریب بھائیوں کی خبر گیری کریں گے خواہ وہ کسی بھی مذہب اور مسلک کے پیرو ہوں ——— یہ وہ صدقات جاریہ ہیں جن کا اجر و ثواب دنیا اور آخرت میں ہمیں ملے گا ——— اور میلاد النبی کے ساتھ ہر سال ایک نئے مدرسہ یا ایک نئے اسکول یا ایک نئے اسپتال یا مسلم طلباء کے لئے ایک نئے ہوسٹل یا ایک بلاسودی بینک کے افتتاح سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی سچی محبت کا عملی ثبوت دیں گے اور آپ کے پرچم ہدایت کو اپنے ضعیف اور ناتواں شانوں پر ہمیشہ بلند رکھیں گے۔

اب نام نمود، کھوکھلے مظاہروں اور فضول خرچیوں سے اسلام کی سربلندی کا سوال نہیں ——— ایک زندہ، باعمل، مخلص، متحد، دلدار، جاں نثار اور حقیقت پسند قوم بن جائیں پھر دنیا ایک نئی شان اور رحمت کا تماشہ دیکھے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ٭ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

تعمیر حیات

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۰ مارچ ۱۹۷۶ء مطابق ۸ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

فی شمارہ ۵۰ پیسے — سالانہ بارہ روپے

جلد نمبر ۱۳ — شمارہ نمبر ۹

اسحٰق جلیس ندوی

تعمیر حیات کے قدردانوں کی خدمت میں

ہم نے اداریہ کالم میں اس موضوع کو چھیڑا ہے جو تعمیر کی گذشتہ تیرہ سالہ زندگی میں اداریے کا عنوان کبھی نہیں بنا اور سچ یہ ہے کہ اس موضوع پر خامہ فرسائی ایک ایسا ناخوشگوار فریضہ ہے جسے دل پر جبر کر کے انجام دیا جا رہا ہے۔ ہمیں اس عنوان پر قلم اٹھاتے ہوئے ان تمام عظیم المرتبت صحافیوں کی دشواریوں کا اندازہ ہو رہا ہے جنہوں نے صحافت کو پیشہ Profession نہیں بنایا تھا بلکہ اسے ایک مقدس مشن Mission کے طور پر اپنایا تھا۔ "الہلال" و "البلاغ" کے مولانا ابوالکلام آزاد اور "ہمدرد" و "کامریڈ" کے مولانا محمد علی جوہر ... مقصدی صحافت کی تاریخ میں خاصی تعداد ان مخلصین کی ہے جنہوں نے اس میدان میں اپنے ذوق کی تسکین کے لئے نہیں بلکہ وقت کی ضرورت، قومی ذہن کی تشکیل، حق کے فروغ کی کوشش اور دین کی نشر و اشاعت کو ... ہر قسم کی ناخوشگواری کو برداشت کر کے جاری رکھا لیکن ان کا مشن اخبار کی تنگ دامنی اور عدم تعاون کی وجہ سے ناکام رہا، ان کی قربانیاں رائیگاں گئیں ... اسی لئے ... میدان صحافت سے پسپا ہونا پڑا اور ان جرائد کو بند کرنا پڑا جو صحافت کی آبرو تھے۔

وہ مخلصین کی کاوشیں اور زندہ جاوید یادگاریں ... "ہمدرد" و "کامریڈ" ، "الہلال" و "البلاغ" ... ان کی زندگی کے لئے حلقۂ اشاعت کی وسعت اور مالی وسائل کی ضرورت تھی ... ورنہ کروڑوں انسانوں کی آبادی میں چند ہزار ... سنجیدہ اور معیاری رسائل و جرائد کو بند کر دیا۔

بدقسمتی سے ہمارے خاص طور پر اسلامی اور دینی صحافت کی اہمیت اور دائرہ اثر کو محسوس نہیں کیا جاتا ... اخبار نویسی ... وزیر اعظم سے لے کر ... ایک ایسے دور میں ... صحافت کی ... دینی، علمی، ادبی، اسلامی پرچوں کی طرف سے قوم کی بے اعتنائی ... وہ رسائل و اخبارات جنہوں نے ... اس کے ... ہے ... کی قربانیوں کی اہمیت ... کی ہستی ... کا شکار ہو گئے ہیں۔

"تعمیر حیات" کی مدت حیات تیرہ سال ہے ... دارالعلوم ندوۃ العلماء نے دینی اور علمی صحافت کا ... تعمیر حیات نے معیاری صحافت ... کا ثبوت دیا ہے ... اس کے اصلی ... قیمت اصل لاگت ... سے زیادہ ... ہمارے ... اس کی تعداد ...

اصلاحی پسند افراد ... سے صرف دس ہزار خریدار تک پہنچا نہیں ہو سکے۔ تیرہ سال کی طویل مدت سے یہ مسلسل خسارے سے دوچار ہے۔ اس خسارے کو دارالعلوم ندوۃ العلماء برداشت کرتا ہے جسے ہزاروں طلباء کی تعلیم و رہائش، خورد و نوش اور اساتذہ اور کارکنوں کی تنخواہوں کا بوجھ اس گرانی کے زمانہ میں برداشت کرنا پڑتا ہے۔ تعمیر حیات کے قارئین اگر تعمیر حیات کو ۵۰ پیسے میں خرید کر پڑھیں، اپنے حلقۂ احباب اور دائرہ اثر میں اس کی اشاعت کریں، سالانہ خریدار بنایا کریں، تاجر اشتہارات کے ذریعہ اس کی اعانت کریں، مخیر حضرات اگر اس مد میں اپنی مالی اعانت ارسال کریں اور پورے ملک میں ایک مہم کی شکل میں اس کے لئے دس پندرہ ہزار خریدار مہیا کریں تو یہ دین اور علم کی کتنی بڑی خدمت ہوگی۔ اخبارات کی طرف سے ادارہ تعمیر حیات کو بے فکر کر کے معیاری اسلامی صحافت کے فروغ و ترقی کی جدوجہد جتنا اجر عظیم کی مستحق ہوگی۔ ہر شخص اپنے مقام پر اگر اس خدمت کی اہمیت محسوس کرے تو ہمارا بوجھ بہت ہلکا ہو جائے گا اور ہم بہتر بنانے پر اور وقت کی پابندی کے ساتھ پرچہ شائع کر سکیں گے۔

"تعمیر حیات" کا سالانہ چندہ صرف بارہ روپے ہے، گویا ایک روپیہ ماہانہ۔ قوم کا ہر فرد چاہے غریب ہو یا امیر اپنی ہر ضرورت کی گنجائش اپنے بجٹ میں رکھتا ہے۔ غریب اور متوسط شخص سکہ، چائے اور پان پر روپیہ دو روپیہ خرچ کرنے کا عادی ہے مگر دینی اور علمی اشاعت و خدمت کی خاطر نکلنے والے پرچوں کے لئے ان کے بجٹ میں ایک روپیہ ماہانہ کی بھی گنجائش نہ ہو یہ کیسے قبول کیا جا سکتا ہے۔

یہ تو رہا افراد کا معاملہ، اس ملک میں بے شمار اسکول، کالج، عربی مدارس، کتب خانے اور دار المطالعہ ہیں جن کی ذمہ داری ہے کہ اپنے طلباء اور قارئین کی دینی و ادبی معلومات میں اضافہ اور صحیح فکر و شعور پیدا کرنے کے لئے اس قسم کے رسائل و اخبارات کو فوقیت جاری کرنا ضروری سمجھیں۔ پڑوسی ملک میں یہ بات عام ہے۔

ہم قارئین تعمیر حیات سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس جمود کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش و جدوجہد کریں۔ اپنی اور اپنی آئندہ نسلوں کی دینی اور ایمانی زندگی کی خاطر ضروری اخراجات میں وہ اسی وقت کریں، دینی پرچوں کی اشاعت، ان کے پڑھنے اور پڑھوانے کا ذوق، ان کی بقا اور ترقی کے لئے اسباب و مالی اعانت کی فراہمی کی کوشش دین کی ایک اہم خدمت شمار ہوگی۔ یہ دور علم و مطالعہ کا دور ہے، اگر ہم اپنی نئی نسل کو صحیح ذہنی غذا مہیا نہیں کریں گے تو وہ اپنے اس جذبۂ مطالعہ کی تسکین کے لئے غلط لٹریچر کی طرف رجوع ہوگی اور اس کا یکطرفہ مطالعہ دین سے دوری کا سبب ہوگا، پھر اپنے اسلاف کے کارناموں اور روایات کے سرمایہ عظیم سے اس کا رشتہ کٹ جائے گا۔

خدا کرے کہ ہماری یہ اپیل صدا بصحرا ثابت نہ ہو اور ملک کے گوشہ گوشہ سے تعمیر حیات کے قدردان جدوجہد اس کو خسارے سے بچانے، اس کی اشاعت میں توسیع اور اس کے خریداروں کا حلقہ بڑھانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں گے۔

"تعمیر حیات" کے قارئین سے -!

۱۔ تعمیر حیات کا کم از کم ایک خریدار بنا کر کے مبلغ بارہ روپے بذریعہ منی آرڈر روانہ کیجئے۔

۲۔ جن خریداروں کا چندہ ختم ہو گیا ہے وہ جلد اپنی رقوم بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔

۳۔ جن ایجنسیوں کا طرف بقایا ہے وہ جلد از جلد اس کی ادائیگی کریں۔

۴۔ جن حضرات کو بہ تک اعزازی پرچہ بھیجا جاتا رہا ہے براہ کرم وہ اپنے تعلق کی حیثیت خریدار برقرار رکھیں۔ سالانہ چندہ اشتراک صرف بارہ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیں۔ وی پی کے مصارف سے خود کو اور دفتر کو زیر بار ہونے سے بچائیں۔ اعزازی قارئین سے بھی ... روپے سالانہ کی درخواست ہے، گشتی مراسلے پر غلطی سے ۵۰ روپے سالانہ شائع ہو گیا تھا، اس کی تصحیح فرمالیں۔

۵۔ مخیر حضرات ۱۰۵، ۱۰۰، ... یا ۵۰ روپے ... مدد ... اعانت ...

۶۔ ہر مقام پر تعمیر حیات کی ایجنسی قائم کرنے کی کوشش فرمائیں ... کی طرف توجہ کریں۔

۷۔ تاجر حضرات اشتہارات کے ذریعہ اپنی تجارت کو فروغ دیں اور تعمیر حیات کو مالی استحکام بخشیں، اشتہارات کا معاوضہ ... کی کوشش کی جائے گی ... خدمت بھی پیش کیا جائے گا۔

۸۔ وی پی کے مصارف بہت بڑھ گئے ہیں ... وی پی کی صورت ...

۹۔ مخیر حضرات اپنی طرف سے ... اسکولوں، کالجوں اور مدرسوں کے نام تعمیر حیات جاری کریں۔

۱۰۔ جن اخبارات و رسائل کو تبادلے میں تعمیر حیات جاتا ہے وہ اپنے پرچے پابندی سے ارسال کریں ... تعمیر حیات جاری رکھنے سے معذوری ہوگی۔

۱۱۔ تعمیر حیات کے مضامین اور ترتیب ... و کتابت کے سلسلے میں ... براہ راست ... پر خط ... کیجئے۔

(منیجر)

خدائے بزرگ و برتر نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سیرت انسانی کی بھی تکمیل فرمادی

از ـــ (مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ کے احوال زندگی کا بار بار اور غور و فکر کے ساتھ عمیق مطالعہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی ایک فریضۂ انسانی کا درجہ رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے تو یہ مطالعہ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ ہمیں خالق کائنات خدائے بزرگ و برتر نے اپنی کتاب قرآن مجید میں حکم دیا ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ حضور کے نقش قدم پر چلیں، ان کی اتباع کریں اور ان کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی کے لئے دستور العمل قرار دے کر اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگنے کی سعی کریں اور اسی میں ساری زندگی بسر کر دیں۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کی تعمیل ہم اسی صورت میں کر سکتے ہیں جب کہ ہم آپ کی سیرت طیبہ سے واقفیت حاصل کریں۔ بار بار پڑھیں، سنیں، دوسروں کو سنائیں، خود یاد رکھیں اور دوسروں کو یاد دلاتے رہیں ایسا کبھی نہ ہونے پائے کہ ہم پر غفلت طاری ہو، رسول اللہ سے محبت، اللہ سے محبت ہے اور رسول اللہ سے غفلت اللہ سے غفلت ہے اور جو اللہ کی یاد سے غافل ہو گیا اسے نہ اس دنیا میں چین اور نہ اس دنیا میں چین۔ اور ایک غیر مسلم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ اس لئے ایک فریضۂ انسانی کا درجہ رکھتا ہے کہ نوع انسانی میں سے مرد کامل کا صرف یہی ایک نمونہ ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے، اتباع کرے یا انکار، لیکن یہ جان لینا تو ہر آدمی پر فرض ہے کہ ہر پہلو سے کامیاب و کامران اور ہر اعتبار سے مکمل انسان کیسا ہوتا ہے؟ کون بدنصیب ہوگا جو یہ نہ چاہے کہ وہ ایک با مقصد اور کامیاب زندگی بسر کرے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کامیاب زندگی کیسی ہوتی ہے اور کیا اس کا کوئی مکمل نمونہ کہیں نظر آتا ہے کہ ہم اس سے کچھ سیکھیں اور کچھ حاصل کریں۔

زمین پر زمانہ ناپیدا کنار سے نوع انسانی آباد ہے اور آج بھی لاکھوں اور کروڑوں نہیں بلکہ اربوں آدمی اس دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ سب کا قصہ ایک ہی سا قصہ ہے کہ پیدا ہوا، چند روزہ دنیا کی پرورش و پرداخت ہوئی، ایک محدود مدت تک زمین پر زندہ رہا اور پھر خوراک پیوند زمین ہو گیا۔ نہ پیدا ہونے میں اختیار و ارادہ کو دخل تھا اور نہ موت میں اسے۔

حیات جاوداں میری، نہ مرگ ناگہاں میری

سب کہاں! جن چند لوگوں کا حال آپ کو معلوم ہے ان ہی کی زندگیوں پر غور کیجئے۔ پیدائش اور موت پر تو یقیناً کسی کو بھی اختیار حاصل نہ تھا لیکن سن بلوغ سے موت تک جو کچھ وہ اپنا ارادہ و اختیار صرف کرتے رہے ان اعمال و افکار میں انہوں نے اپنے ارادہ و اختیار کو کس طرح استعمال کیا۔ وہ اپنے مقاصد زندگی میں کس حد تک کامیاب ہوئے۔ ہاں اور یہ بھی دیکھئے کہ انہوں نے اپنے ایک رخ کی تکمیل کے لئے زندگی کے دوسرے رخوں کو نظر انداز تو نہیں کر دیا۔ مثلاً ایک شخص روحانی سکون حاصل کرنے کے لئے بیوی بچوں کو چھوڑ کر پہاڑ پر جا بیٹھا تو اس کی زندگی اور پہاڑ کی چٹان میں کیا فرق رہا۔ آدمی نہ ہوا، پہاڑ کی ایک چٹان ہوئی۔ دوسرا بیوی بچوں اور عیش و عشرت میں اس طرح الجھا کر ساری کائنات سے غافل ہو گیا، تو اس کی زندگی اور کتے بلیوں کے مابین امتیاز کیا رہا وہ نہ رہا کتے رہے بلیاں رہیں۔ آدمی کاہے کو ہوا محض ایک جانور ہو کے رہ گیا۔

انسانی زندگی تو مختلف اور متنوع فرائض و واجبات کا مجموعہ ہے اور ان ہی کی اچھی طرح تکمیل سے زندگی کا کمال وابستہ ہے۔ ایک آدمی پر کچھ فرائض اپنی ذات کی طرف سے عائد ہوتے ہیں، کچھ کنبے اور گھرانے کی طرف سے، کچھ ہمسایوں اور اہل وطن کی طرف سے، کچھ قوم و ملت کی طرف سے اور کچھ نوع انسانی کی طرف سے۔ ان ہی متنوع فرائض و واجبات کی اس طرح متناسب متوازن ادائیگی کہ ایک کی وجہ سے دوسرا متاثر نہ ہو اور ایک میں انہماک سے دوسرے کی طرف سے تغافل نہ پیدا ہو جائے کامیاب و کامران زندگی کہلاتی ہے۔ اپنی ذات سے وابستگی اور اپنی راحت و عافیت کا اہتمام یقیناً حیوان کی توہین تو ہے۔ اس حد تک کہ پہاڑوں میں تارک الدنیا کی زندگی گزارنے والے سادھو بھی بھوک پیاس کے لئے کچھ نہ کچھ جتن کیا ہی کرتے ہیں، اور گھاس مٹی سے پیٹ بھرنے کے لئے کوئی نہ کوئی غار تلاش ہی کر لیتے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص اپنی ہی ذات کو مقصود و معبود بنا لے اور زندگی کے دوسرے واجبات سے غافل ہو جائے تو اس کی زندگی کو نمونہ کی کامیاب زندگی نہیں کہا جا سکتا، اور نہ ایسی کسی زندگی سے ہمارے لئے کوئی ہدایت حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ

بے کسی ہاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

اب اس تصویر کا دوسرا رخ لیجئے: ایک شخص وطن دوستی بلکہ ناپاک وطن پرستی کے نشہ میں سرشار ہو کر اپنے اوپر خود فراموشی کی کیفیت طاری کر لیتا ہے، نہ اپنی ذات کی فکر کرتا ہے، نہ پلٹ کر بیوی بچوں کی طرف دیکھتا ہے حتیٰ کہ ان عمومی فرائض و واجبات کی طرف سے بھی غافل ہو جاتا ہے جو محض ایک انسان ہونے کی وجہ سے اس پر عائد ہوتے ہیں، ایسے شخص کو کوئی ذی ہوش آدمی کامیاب و کامران بھلا آدمی نہیں کہہ سکتا۔ یہ تو ممکن ہے کہ کسی تنگ نظر وطنی حکومت کا اسے سربراہ بنا دیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی شہر کے باغ عام میں آنے والی نسلوں کے دماغوں کو زہرناک بنانے کے لئے اس کا مجسمہ نصب کر دیا جائے مگر بلند نظر آدمی اسے اچھا نمونہ نہیں دے سکتا۔

پھر یہ بھی دیکھئے، ایک آدمی کو اپنی دس منٹ کی زندگی میں کیسے کیسے متنوع حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ کبھی دولت کی فراوانی، کبھی غربت کی پریشانی، کبھی دوست سے واسطہ پڑتا ہے کبھی دشمن سے مقابلہ، کبھی صحت و قوت، کبھی بیماری و ناتوانی۔ آدمی کو کیا کیا نہیں کرنا پڑتا ہے، کبھی قوم کا سردار، کبھی سردار کا فرمانبردار، کبھی حکومت و جماعت کا منتظم، کبھی تاوانوں کا ستم۔ یہ انسان ہی تو ہے جو کبھی فوج کا کمانڈر اور کبھی چھپ کر صاحب دل گوشہ نشیں دنیا سے نظر آتا ہے۔

کیا یہ حقیقت و واقعہ نہیں ہے کہ ہم اپنے بڑوں سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ تو کیا یہ ضروری نہیں کہ ہمارے سامنے ایک ایسا مکمل نمونہ ہو جس کی سیرت میں انسانی زندگی کے ان متنوع و مختلف حالات کا کامیاب نمونہ ہمیں مل جائے۔ ہم غور کریں تو ساری تاریخ میں کوئی شخص بھی ایسا دکھائی نہیں دیتا ہے جو ہمارے لئے ان تمام حالات میں نمونہ کا کام دے سکے۔ بہت سے نامور لوگ گزرے ہیں ان کا حال معلوم ہے، بہت سے فلسفیوں کے افکار پڑھئے، بہت سے تارک الدنیا بزرگوں کے تذکرے ہم سنتے ہیں، بہت سے بادشاہوں، وزیروں اور عالموں فاضلوں کے قصے موجود ہیں، ان کی بڑائی تسلیم، ان کی سربلندیاں سر آنکھوں پر، مگر غور سے دیکھئے تو یہ سب کچھ سیرت انسانی کے کسی ایک رخ کی کہانی سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس سے انکار نہیں اور ہمارا تو ایمان ہے کہ انسانوں کے پیدا کرنے والے خالق نے ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں عمل زندگی کی رہنمائی کے فرائض انجام دینے کے لئے اچھے اور بہترین رہنما بھیجے تھے لیکن ان کے حالات ہم تک کہاں اور کتنے پہنچ سکے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کی تاریخی شخصیت بھی قابل اعتماد تاریخوں سے ثابت نہیں ہوتی، اور جو کچھ مستند یا غیر مستند حالات ملتے ہیں وہ محض چیدہ چیدہ واقعات ہیں جن سے ان بزرگوں کی سیرت و کردار کا مکمل تو کیا نامکمل خاکہ بھی تیار نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں سوالات پیدا ہوتے ہیں اور محض سوالات ہی رہ جاتے ہیں، ان کے حل کرنے کے لئے بھی ان قصہ کہانیوں میں کوئی کرن نہیں دکھائی دیتی۔

اس کے برخلاف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے والا محسوس کرتا ہے کہ تاریکی کا نشان نہیں پاتا، ہر چیز واضح اور چمکتے ہوئے آفتاب کی طرح واضح ہے۔ آپ کا شخصی کردار، رحمت، رافت، شفقت، خشیت، عبادت، شجاعت، عدالت، صداقت، سخاوت، فراست، متانت، ایثار، احساس ذمہ داری، عاجزی اور تواضع، بہادری، دور اندیشی، دانشمندی وغیرہ وغیرہ سب کی کیفیت اور ان کے عملی نمونے مل جاتے ہیں اور بہت سے مل جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ کی گھریلو زندگی میں اچھے شوہر، اچھے باپ، اچھے دادا، نانا وغیرہ کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔ جامع زندگی میں اچھے دوست، اچھے ساتھی، شفیق سردار اور ساتھیوں کے ہر شعبے میں وہ کردار کا بہترین نمونہ ہمیں آپ کی ذات میں ملتا ہے۔ اسی طرح ملی و قومی زندگی میں عدل و انصاف، فوج کی کمانداری، انتظام حکومت، دنیا پر دعوت، اسلامی سیاست، دشمنوں کی دلداری، دشمنوں کے ساتھ نیک سلوک وغیرہ میں مکمل اور انتہائی بہترین نمونہ ہمیں سیرت طیبہ کا

دکھائی دیتا ہے کہ دنیا اور کہیں نہیں دکھائی دیتا اور دکھائی دے گا کہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے یہ سارے نمونے صرف ایک ہی مقدس و مکمل انسان میں مل جاتے ہیں اور مطالعہ کرنے والا بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ ؎

کامنہ محر کو اور منت لگاؤں تو یہ
شان دیکھتا ہوں بار کے چلنے کی

اس کی ضرورت ہی نہیں پڑتی کہ زندگی کے کسی مرحلہ پر اور کسی حالت میں کہیں اور سے کوئی سبق حاصل کیا جائے۔ خوشی، غم، تنگی، افلاس، سرداری، حکومت، افراد، تا قوانی، صلح، جنگ، امن، بدامنی، اخلاص، دشمنی وغیرہ۔ آخر آپ کو اپنی زندگی میں ان ہی باتوں سے تو واسطہ پڑے گا۔ آپ کو ان حالتوں میں کیا یقین رکھنا چاہیئے، اور کیا عمل کرنا چاہیئے کہ آپ کا جواب دہی اور آپ کا خالق بھی آپ سے خوش رہے۔

اس کا جواب آپ کو صرف سیرت طیبہ ہی میں مل سکتا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین ہی کی تکمیل نہیں فرمائی بلکہ نبوت اور رہنمائی کے سلسلہ کو آپ پر ختم کر کے سیرت انسانی کی بھی تکمیل فرمادی اور اس طرح تکمیل فرمادی کہ اس سے زیادہ مکمل اور اعلیٰ اچھے نمونہ کردار کا تصور بھی ممکن نہیں۔

مسلمانوں کے لئے تو اسباب کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں، اس لئے کہ یہ ان کا ایمان ہے اور وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ خالق کائنات کی رضامندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ اتباع کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی اور بغیر رسول رضا الٰہی نہ دنیا ملتی اور نہ آخرت۔ البتہ ایک غیر مسلم کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی، اسلئے کہ اس میں ایمان و یقین کا فقدان ہے لیکن سیرت طیبہ کا عمیق مطالعہ اس کے لئے بھی ایک زندۂ انسانی کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر اس نے سیرت طیبہ کا مطالعہ نہیں کیا تو اسے کہیں دنیا میں ایسا مکمل، واضح اور تفصیلی نمونہ کا سیرت نہیں ملے گا۔ انفرادی اجتماعی اور قومی زندگی کا نہیں رہ سکتا۔ وہ اپنی زندگی کے بہت سے مرحلوں میں یا کشمکش و پیچ میں گرفتار ہو جائے گا یا بری طرح ٹھوکریں کھائے گا۔ زندگی بہرحال زندگی ہے، چاہے مسلمان کی زندگی ہو یا غیر مسلم کی۔ یہ وقت سب پر آتا ہے جب ایک آدمی کا دماغ یہ سوال کرتا ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے، اور ہمارے عمل کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ لازم ہے کہ آدمی کے سامنے اس سوال کے وقت کوئی نمونۂ عمل موجود رہے۔ ایک نبی اور ایک فلسفی کے مابین یہ واضح فرق ہر جگہ نمایاں ہے کہ نبی جو کچھ کہتا ہے اس کے مطابق عمل کر کے دکھاتا ہے، اور فلسفی جو کچھ سوچتا ہے اور کہتا ہے نہ خود اس کے مطابق عمل کرتا ہے اور نہ کسی دوسرے عمل کرنے والے کو نتائج عمل کی ضمانت دیتا ہے۔ مسلم اور غیر مسلم دونوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ دنیا کلبگ نہیں کرمگیہ ہے اور بقول ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

ایک نیا سنگِ بنیاد رکھیے!

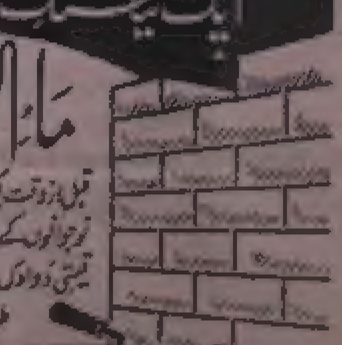

ماء اللحم خاص
قبل از وقت بوڑھوں اور غیر صحت مند نوجوانوں کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ تازہ بکروں کے گوشت، قیمتی دواؤں اور بہترین غذاؤں سے جدید طریقہ پر تیار کیا جاتا ہے
دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

"تعمیر حیات" میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجیے

مکتوب

سید سلمان ندوی فرزند مولانا سید سلیمان ندویؒ

بنام مدیر "تعمیر حیات"

ڈربن۔ (جنوبی افریقہ)
۱۰ فروری ۱۹۸۶ء

برادرم اسحٰق جلیس صاحب بارک اللہ فی علمکم
السلام علیکم!

تا بیانہ اور قلمی تعارف تعمیر حیات کے ذریعہ حاصل ہے۔ خدا آپ کے قلم میں اور طاقت و برکت عطا کرے کہ ہم سب کی حیات آپ ہی کا تعمیر کردہ رہیں۔ آمین

آپ کا بھیجا ہوا "تعمیر حیات" ملا۔ معاف کیجئے رسید میں تاخیر ہوئی۔ میں چند ہفتوں سے گرمی کی تعطیل میں مستقر سے باہر تھا۔ آپ نے تعمیر حیات بھیجکر مجھے بے پایاں مسرت دی ہے۔ جزاکم اللہ

تعمیر حیات کا لفظ لفظ پڑھا اور بے تحکم پڑھتا رہا۔ ذہنی و روحانی طور سے اور کبھی جسمانی طور پر بھی اپنے آپ کو ندوہ میں پایا۔ ندوہ نے مجھے بہت کچھ دیا ہے اس کے احسانات سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ ہم لوگوں نے قدیم ندوہ کے بانکپن کی جھلک دیکھی تھی۔ اس اجتماع میں شرکت کے لئے تڑپ کر رہ گیا۔ خدا سے دعا ہے کہ ہمارے استاذ علی میاں کو وہ صحت و حیات دے تاکہ ندوہ کا نام روشن سے روشن تر ہے۔ اس سے زیادہ ندوہ کی شہرت ہمارے اور آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جہاں بھی تعمیر حیات مل جاتا ہے لفظ لفظ پڑھ لیتا ہوں لیکن ہوئے بوسیدہ دل والا معاملہ ہے۔

سلام ہیں ہمارے مولانا محمد اویس صاحب نگرامی اب کیسے ہیں۔ زمانہ ہوا ان کا خط ملا تھا کہ وہ پہلے سے اچھے ہیں۔ مگر سنا ہے کہ پھر ہسپتال میں داخل ہیں۔ خدا ان کو شفا عطا کرے۔ کاش وہ تفسیر مکمل کر لیتے۔

مولانا عبدالباری صاحب ندوی کے انتقال کی خبر ملی۔ انا للہ .... مگر مولانا کی جوانی کا کروفر کسی نے دیکھا ہو تو وہ شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ مولانا کیا تھے۔ پھر جب تصوف کا غلبہ ہوا تو کیا ہو گئے۔ ندوہ میں جب ان کی آمد ہوتی تھی تو ہم لوگ گریز کیا کرتے تھے کہ سامنا نہ ہو ورنہ ضرور سوالات کی بوچھار ہوگی۔ اللہ ان کو غریق رحمت کرے۔ ذہن کے پردہ پر ماضی کے واقعات گذر گئے۔

"تعمیر حیات" ماشاء اللہ خوب مرتب کیا۔ اگر اجتماع کے سلسلہ میں اور کوئی چیز طبع ہو تو ضرور ارسال کیجئے گا۔

ہاں۔ تعمیر حیات کا شاہ معین الدین نمبر بھی ایک جگہ ہاتھ آگیا تھا۔ ماشاء اللہ بہت اچھا تھا۔ شاہ صاحب کو میں حاجی کہا کرتا تھا۔ تعمیر حیات پڑھ رہا تھا تو شاہ صاحب مرحوم سامنے رہتے تھے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

والسلام

مخلص: سلمان ندوی

ملکیت و دیگر تفصیلات پندرہ روزہ "تعمیر حیات" لکھنؤ فارم نمبر ۴

مقام اشاعت:۔ پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوہ لکھنؤ
وقفۂ اشاعت: پندرہ روزہ — نام پرنٹر و پبلشر و ایڈیٹر: سید محمد حسنی
قومیت: ہندوستانی — پتہ: ۱۲۹، گوئن روڈ۔ لکھنؤ
ملکیت: شعبۂ تعمیر و ترقی ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ
میں سید محمد حسنی تصدیق کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم و یقین میں صحیح ہیں
دستخط سید محمد حسنی
پبلشر تعمیر حیات

طواف وداع — اور — واپسی

از مولانا عاشق میاں فرنگی محلی

مقدر یاور ہو تو آپ کا ایسا ہو۔ کروڑوں نے خواہش کی اور ارادہ کیا، مال و اسباب فراہم کیا، حاضری کی مکمل تیاری بھی کر لی مگر حاضری قبول فرمانے والے نے اپنی عنایت و کرم سے حاضری دینے والوں کے رجسٹر میں آپ کا نام تحریر فرمانے کا حکم صادر فرمایا۔ واللہ مقدر ہو تو ایسا ہی ہو۔

جب اس کریم نے اپنے کرم بے پناہ سے حاضری دینے والوں میں آپ کا نام لکھ لیا ہے تو آپ کا بھی فرض ہو جاتا ہے کہ آپ دل و جان سے حاضری دیجئے۔ دل کہیں اور آپ کہیں تو حاضری کا خدا ہی حافظ ہے۔ پاسپورٹ پر مہر ضرور پڑ جائے گی مگر دل پر ٹھپہ نہ لگ پائے گا۔

ہم آپ سے ہزاروں میل دور آپ کے بھائی جا بجا اللہ سے دعا کر رہے ہیں کہ آپ کے زمزم دل پر ایک بھرپور ٹھپہ ان کے حکم سے لگ جائے جن کا حکم آسمان و زمین پر جاری و ساری ہے۔

کہنے والوں نے کہا ہے اور سچ ہی کہا ہے کہ وہ خود سے کسی کو اپنا نہ تھیں ہیں مگر جو ان کا بننا چاہتا ہے اس سے نا بھی نہیں کرتے ہیں۔ وہ صرف ارادے اور نیت کو دیکھتے اور پھر ہر بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

بخت ہو تو پکار کر کہئے میں حاضر ہو گیا ہوں اور پوری تیاری کے ساتھ حاضر ہوا۔ میں خدانخواستہ آپ کو چیلنج نہیں کر رہا ہوں، ایک بات آپ کے کان میں کہنا چاہتا ہوں وہ زور سے کہنے والی نہیں ہے۔ اب وہ بات سن لیجئے کہ گھر والے کی مرضی یہ ہے کہ لوگ آئیں تو اپنی مرضی کے ساتھ اور جب یہاں سے جائیں تو اپنی مرضی یہاں چھوڑ دیں اور رب البیت کی مرضی لے کر اپنے گھر واپس چلے جائیں۔

یہ کام یوں تو بہت مشکل معلوم ہوتا ہے مگر ہمت والے ایسے ہی کام کر لیا کرتے اور ہلکے پھلکے ہو کر وہاں سے واپس آیا کرتے ہیں۔ اللہ کا نام لیجئے

"مشکلے نیست کہ آساں نہ شود"

یہ کام یوں آسان ہو جائے گا کہ آپ کوئی نمونہ عمل تلاش کیجئے پھر اس کی نقل اتاریئے اللہ کی مرضی ہوئی تو نقل مطابق اصل ہو جائے گی۔ اچھا تو یہ ہے آپ انہیں سے پوچھ لیجئے جو مرضی الٰہی کی منہ مانگی [illegible] فرمایا کرتے ہیں؟ انہوں نے یہاں پہنچ کر اور [illegible] بیشتر [illegible] ان کا تصور میں کیا مرضی کی تھا۔ لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک۔ لبیک [illegible] حاضر ہوں

حاضر ہے تیرا آقا کا بھی غلام حاضر ہے، میرے مالک تیرا کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جو تعریف بھی کی جائے وہ تیری ہی ہے تو ہی سزاوار حمد ہے اور تمام تعریفیں تجھی کو زیب دیتی ہیں۔ تمام نعمتوں کا تو ہی مالک ہے، تو ہی سب کچھ دینے والا ہے۔ یہ اقتدار والے اور یہ اختیار دار بنائے جانے والے بھی تو تیرے ہی محتاج ہیں۔ حکم تیرا اور صرف تیرا ہے بخشش و عطا صرف تیری طرف سے ہے۔ تیری ہی تعریف کی جائے گی تیرے ہی گن گائے جائیں گے۔ میں صدق دل سے عرض کرتا ہوں کہ تیرا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے۔

یہ بات رب البیت کے پیارے دلارے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور میں عرض کی تھی۔ پھر اب ان کی اتباع، نقل، پیروی میں ابدالآباد تک ہر حاضری دینے والے کو کہنی پڑے گی صرف کہنی نہیں پڑے گی بلکہ جو نیت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی وہی نیت ان کے ہر غلام کو کرنی پڑے گی۔ جب غلام آقا کی نیت کی پابندی کرے گا اور اپنی مرضی کو بیچ کر مالک الملک کی مرضی اپنائے گا تو غلام بھی نامدار ہو جائے گا۔ ہر حاضر باشی ان کی مرضی قبول نہیں کرتا مگر آپ یہی کوشش فرمایئے کہ اب ان کی ہی مرضی سے ہر کام ہوگا حقیقت میں اس سفر کا مقصد یہی ہے۔ اللہ مبارک کرے اب اسی کی مرضی لے کر یہاں واپس آئیں۔

آپ نے خانۂ کعبہ کا طواف کر لیا حجر اسود کو بوسہ دے دیا، مقام ابراہیم پر نماز پڑھ لی، چاہِ زمزم حاضر ہو کر خوب چھک گئے۔ بجا ہے اگر کیف و سرور میں آپ کے قدم زمین پر نہ پڑیں ان قدموں کو تو آسمان بھی چومنے کی تمنا کرے گا۔

آپ صفا و مروہ کے درمیان پھیرے بھی لگا چکے ہیں نہیں صفا و مروہ آپ کو [illegible] نے [illegible] پر بھی آپ کو [illegible] کر دیا۔ سعی آپ کی مشکور ہوئی، جد و جہد کی ابتدائی منزل آپ نے سر کر لی واللہ آپ کو مبارک کرے مگر ابھی تو بڑا کام باقی ہے۔ حج کے مہینے کی ۸ تاریخ صبح سویرے آپ منیٰ میں پہنچ گئے تھے پھر منیٰ سے ۹ ویں کی صبح کو آپ عرفات پہنچا دیئے گئے۔ ساری عمر آپ نے وقتی نمازیں ساتھ نہیں پڑھی تھیں وہ بھی یہاں آپ سے پڑھوا لی گئیں، مغرب کی نماز آپ پڑھنا چاہتے، سورج آپ ڈوبتے ہوئے دیکھ رہے تھے لیکن وہ ڈوب بھی گئی، آپ ارادہ کرتے ہیں کہ اٹھ کر جلدی سے نماز ادا کر لیں مگر ساتھ کے لوگ روک دیتے ہیں کہ ایسا غضب نہ کرنا، نماز مغرب کا وقت چاہے یہاں آ جائے مگر بتانے والے نے یہاں نماز نہیں وہیں جا کر پڑھنا ہے، وہاں پہونچتے پہونچتے چاہے آدھی رات آ جائے، مغرب وہیں ہوگی۔ مغرب و عشا آپ سے ساتھ ساتھ پڑھوا لی گئیں۔ نماز سے آپ کو فرصت ملی تو بستر اپنے حق کا مطالبہ کر رہا ہے مگر بستر سے منہ موڑ کر آپ وہ ہتھیار تلاش کرتے ہیں جن سے جانتے ہیں جو شیطان کو زیر کر سکیں، یہ ہتھیار کوئی چاند تارا نہیں بلکہ چنے چنے کے برابر کنکریاں ہیں۔ بتایا یہی گیا ہے کہ یہیں تلاش کرو پھر صاف کر کے اور چن کر اپنے ساتھ صبح منیٰ لیتے جاؤ۔ اپنے اندر کا شیطان اگر زیر کر لیا جائے تو باہر کے شیطان کے لئے یہ کنکریاں بہت بڑا ہتھیار ہیں۔ مزدلفہ کا سفر بھی آپ کا تمام ہو چکا اب پھر منیٰ آپ پہونچا دیئے گئے یہاں قربانی آپ سے کرائی گئی، شیطانوں پر کنکریاں آپ نے پھینک لیں، پھر مکہ معظمہ میں حاضری کا سہرا، پھر آپ منیٰ میں قیام کے لئے حاضر ہو گئے، قیام منیٰ کے بعد آپ پھر مکہ معظمہ میں قیام کے لئے حاضر ہو گئے، اب روزانہ کئی کئی مرتبہ طواف ہو رہے ہیں۔

بہت سارے عمرہ پر عمرہ کر رہے ہیں سعی کرنے والے دوڑ دھوپ میں لگے ہیں کہ ایک مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ سے اب کوچ کا حکم ہے کچھ لوگ تو خوش نصیب ہیں جو اب مدینہ طیبہ جائیں گے، کچھ مقدر والے ہیں جو تمام کاموں سے فرصت پا کر اب اپنے اپنے گھروں کو روانہ کئے جائیں گے۔

اب ایک آخری طواف کرنا ہے اس آخری طواف کا نام طواف وداع ہے یعنی ایسا طواف جس میں خانہ کعبہ حاجی کو اپنے سے لپٹا کر رخصت کر دے۔ کون ہوگا جو خانۂ کعبہ سے لپٹنے کے بعد پھر زمانے کی برائیوں سے گلے لگے گا۔ سمجھدار لوگوں کا یہی فیصلہ ہے۔ غالباً یہی فیصلہ آپ کا بھی ہوگا۔

کعبہ شریف آئے تھے تو کس ذوق و شوق سے آئے تھے کس کس خوشی کے ساتھ طواف ہوتا تھا کعبہ کو دیکھا جاتا تھا اور وہ وقت حرم شریف میں گزارا جاتا تھا اب یہ اعلان ہو رہا ہے کہ حاجیو اپنی اپنی منزل پر روانہ ہو جاؤ، دل پر ہاتھ رکھ کر اور آنکھ بند کر کے سوچئے کیا ان پر گزرے گی جو اللہ کے گھر کو چھوڑ رہے ہوں گے۔

یہ وقت کتنا سخت ہوگا جب اللہ کے مقدس گھر سے آپ رخصت ہو رہے ہوں گے بس ہوا اندازہ ہے کہ کل ہر خوشی تھی کہ آپ حرم شریف میں داخل ہوں گے۔ آج آپ کی حسرت میں ہر قدم ہو رہے ہیں کہ کعبہ شریف سے آپ کی [illegible] ہو رہی ہے۔ جیسا کہ [illegible] جدائی [illegible] سے دوری پر آپ کا دل بے قرار ہوگا، آنکھیں اشکبار ہوں گی اور کلیجہ فرط جدائی سے پھٹا جاتا ہوگا، زبان پر حسرت و افسوس کے کلمات ہوں گے ممکن ہے کہ جدائی کے وقت آپ اشکبار ہو جائیں ہوں تو یہ حال بھی اللہ کی نعمت ہے۔

طواف وداع کے لئے یہی حکم ہے کہ دوسرے طوافوں سے الگ ہے بس کعبہ شریف کے گرد گھومتے ہی رہئے کبھی حجر اسود کو بوسہ دیجئے تو کبھی ملتزم سے چمٹ جایئے تو کبھی غلاف کعبہ کو اپنے سینے سے لگا لیجئے اور گریہ و زاری الحاح و زاری کیجئے اور جس قدر دعا مانگ سکیں مانگ لیجئے کہ ابھی یہی آخری دن حرم شریف کی حاضری کا ہے پھر اللہ بہتر جانتا ہے کہ حاضری ہو یا یہی آخری حاضری ہو۔ آج جو بھی آپ کو مانگنا ہو دل کھول کر مانگ لیجئے ساری عمر کی خطائیں آج اگر آپ چاہیں تو معاف کرا سکتے ہیں بشرطیکہ دل کی زبان سے مانگئے اور اسی زبان دل سے اعتراف کیجئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے مانگنے والے کو ناکام واپس نہیں کرتا ہے یقین ہے کہ آپ کی خطائیں طواف وداع کے بعد اللہ نے معاف فرما دی ہوں گی اب یہ درخواست آپ سے ہے کہ اپنے اس بھائی کے لئے بھی عاقبت بخیر ہونے کی دعا مانگ لیجئے۔

حج تو آپ کا ہو گیا اللہ نے قبول بھی فرما لیا آپ کی خدمت میں ہم سب کی مبارکباد۔

اب آپ پاک و صاف وطن واپس چلے آئے۔ دیکھئے ایک بات کہنی ہے برا نہ مانئے گا ہم تو آپ کو اب حاجی صاحب کہیں گے۔

یعنی اللہ کے گھر سے دھلے دھلائے پاک و صاف ہر خطا و قصور سے دور اور [illegible] سے بھی آزاد سمجھتے ہیں، واپسی میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہو ہی جاتا ہے، اللہ کرے واپسی میں فرشتہ(?) [illegible] طرح کے کسٹم افیسر آپ کی زبان کو قرآن و حدیث کی زبان سمجھیں یعنی جب آپ کہہ دیں کہ میرے پاس کوئی غیر قانونی سامان نہیں ہے اور واقعی آپ کے پاس کوئی غیر قانونی چیز نہ ہو اور آپ کے صندوق بھی ناجائز مال سے اتنے ہی پاک و صاف ہوں جیسا کہ آپ کا دل خانۂ کعبہ سے، تو ہم اس کامیاب سفر سے واپسی پر آپ کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(بشکریہ [illegible])

پرنٹر، پبلشر، مسئول سید محمد حسنی نے [illegible] پریس [illegible] سے چھپوا کر دفتر "تعمیر حیات" ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: [illegible]

۲۲ سال جلاوطنی کے بعد جب میں مصر لوٹا...

(الاخوان المسلمون کے ایک سرگرم رکن اور جنرل سکریٹری عبد الحکیم عابدین ۲۲ سال کے بعد مصر لوٹے تو قاہرہ کے مشہور روزنامہ "الجمہوریۃ" نے اس موقع پر ان کا انٹرویو شائع کیا۔ اس کا اردو ترجمہ نظام الدین رانچوی ندوی کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین ہے)

★

"جب میں مصر لوٹا تو اس کے دروازے کھلے پائے، سرزمین مصر اپنے فرزندوں کو واپس آنے کی دعوت دے رہی تھی، اب مصر صحیح معنوں میں آزاد ہو چکا ہے، اب یہ تمنا ہے کہ مصر کی خاک کو اپنی ابدی خوابگاہ بنا لوں۔"

لیکن میں یہاں سے نکلا کیوں تھا؟ :

یہ تو ایک لمبی داستان ہے "اخوان المسلمین" اور جمال عبد الناصر کے درمیان اختلاف کی داستان، اس اختلاف و تصادم کی داستان جس نے مجھے تختہ دار سے بچا لیا تھا، اگر وہ اتفاقی واقعہ پیش نہ آتا تو آج میں بھی ان شہداء میں سے ایک ہوتا جنہوں نے تختہ دار پر اپنی جانیں قربان کر دیں، جیسے ریگستان کو اپنی ابدی خوابگاہ بنا لیا اور جو سولیوں پر چڑھ کر اپنے رب حقیقی سے جا ملے۔

"اخوان نے جمال عبد الناصر سے اختلاف کیوں کیا تھا؟" :

عبد الحکیم عابدین اپنی یادداشتوں کو دہراتے ہیں کہ کس طرح جماعت اخوان المسلمین شروع ہوئی؟ اور پھر کیسے یہ تحریک انقلاب بن گئی اور کیوں اس نے انقلاب کی تائید کی؟ اور پھر "اخوان" کا اختلاف صرف عبد الناصر کے ساتھ کیوں ہوا؟ کیوں عبد الناصر نے اخوان المسلمین کو ختم کرنے کی ٹھان لی؟ اور کیوں اس نے خون ریزی کو تختہ دار پر چڑھا دیا تھا؟ اور کیسے نفسیں کو صرف قید کی سزا دی گئی؟ لیکن وہ ان باتوں سے بے خبری سے گزر رہے تھے، شاید اس لیے کہ اخوان کی عمر اب ساٹھ سے زیادہ ہو چکی ہے، یا پھر اس لیے کہ وہ الگ مرحلے میں ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ان یادوں کی گہرائیوں میں، آخری عمر مصر میں گزارتے ہوئے گزر جائیں۔

میں نے شکوہ اللہ کے حوالہ کر دیا ہے :

عبد الحکیم عابدین ۱۹۴۸ء میں جب کہ وہ ... ہوئے ان کے ساتھ ان کی والدہ محترمہ بھی تھیں، اس وقت ... مصر میں اخوانیوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اخوانیوں کا صفایا کرنے کی مہم شروع ہو گئی، جہاز سے واپسی پر انہیں اصرار تھا لیکن ان کے احباب روک رہے تھے، چنانچہ ان لوگوں نے ان کی والدہ سے بھی کہا کہ وہ منع کریں، اور والدہ نے منع بھی کیا لیکن شفیق ماں نے آخر کار مسئلہ اپنے بیٹے کی صوابدید پر چھوڑ دیا۔ اس وقت مصر میں جو فلسطین کے وزیر عبد العزیز نے مداخلت کی اور ایک درمیانی شکل تجویز کی اور وہ یہ کہ عبد الحکیم عابدین سعودی عرب میں رہیں اور وقتی طور پر جا کر حسین المہیبی سے مشورہ کریں، مصر پہنچ کر انہوں نے ایک ٹیلیگرام کیا۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ آپ سعودی عرب ہی میں رہیں تاکہ میں اخوان المسلمین کی مدافعت کروں، اور ان شکوک و شبہات اور غلط فہمیوں کو جو ان کے خلاف پھیلائی جا رہی ہیں، دور کر دوں۔

انحراف کی ابتداء کیسے ہوئی؟ :

انحرافیوں کے صفایا کرنے کی مہم کیوں شروع ہوئی ——؟ اخوان المسلمین کے جنرل سکریٹری عبد الحکیم عابدین نے جو ۲۲ سال کے بعد مصر لوٹے ہیں وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

اخوان نے پہلے مرحلہ میں انقلاب کی تائید کی، کیونکہ اخوان کا مقصد اصلاح تھا اور یہی انقلاب کا بھی مقصد تھا، چنانچہ اخوان المسلمین نے اس کی تائید کی اور اسی وقت اس بات کی بھی کوشش کی کہ چھپے ہوئے راستوں کی بھی نشاندہی کرتے رہیں کہ جو ان کی نظروں سے اوجھل ہیں، اگر وہ راستے اور وہ تحریکیں ظاہر ہو جاتیں جو پیش آنے والی ہیں۔ اس لیے اخوان المسلمین نے چند تجاویز پیش کیں۔

اخوان نے کہا کہ قانون اسلامی ہی ایک قانون ہے، جس کو اسلام نافذ کرنا چاہتا ہے، کیونکہ چند ملکوں نے مغربی طریقے سے جو جو نظام بنائے ہیں، اسی طرح سیاست میں ان کو کتاب و سنت کی روشنی میں ... کر ان کے موقف و مقاصد سے بتایا۔

جاری ان باتوں کو انقلاب کے دستور میں جگہ تو دے دی گئی اور وعدہ کرتے تھے لیکن عملاً عبد الناصر نے ۱۹۵۴ء میں جو دور انتخاب کے معاہدہ پر جو ... ہوتے تھے عبد الناصر نے یہ کہا کہ حکومت مصریہ کی توقعات پوری نہیں ہو سکیں، چنانچہ جب یہ اس معاہدہ پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کی۔

جلاوطنی کے معاہدہ کی مخالفت :

عبد الحکیم عابدین نے اس میمورنڈم کا ذکر کیا جو کمیٹی نے تیار کیا تھا، گویا کہ وہ ابھی کل کی بات ہے، وہ اس طرح بیان کر رہے تھے گویا پوری کارروائی ان کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہی ہو۔ ایسا لگ رہا تھا گویا انہوں نے کل ہی پڑھا ہے، وہ بار بار دہرا رہے تھے یہاں تک کہ تمام جملے ان کے ذہن میں محفوظ تھے۔

میمورنڈم تین فقروں پر مشتمل تھا۔

۱۔ ہم مصری فریق کی کوششوں اور ان کے اخلاص پر ان کو مبارکباد دیتے ہیں اور مصری عوام کی آرزوؤں کو پوری کرنے میں ان کی محنت و لگن کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور سراہتے ہیں۔ معاہدہ اگر ناکام ہوا تھا اس کا سبب برطانیہ کے غیظ اور اپنا وجود باقی رکھنے کی ہوس سمجھتے ہیں۔

۲۔ دوسرا جملہ اس معاہدہ کی جزئیات کی تفصیل کے سلسلہ میں تھا۔

۳۔ میمورنڈم کا آخری فقرہ یہ تھا کہ حکومت اس معاہدہ سے گریز کرے اور اصل راستہ کی طرف لوٹ آئے جس پر انقلاب کی بنیاد ہے اور جدوجہد سے، ساتھ ہی اس بات کا بھی یقین دلایا گیا تھا کہ اخوان المسلمین اس معرکہ میں سب سے پہلے شریک ہوں گے اور حصہ لیں گے۔

عبد الحکیم عابدین کہتے ہیں۔

عبد الناصر نے اخوان المسلمین کو ان سے ذکر اس سلسلہ میں بات کرنے کے لئے دعوت دی، بجائے اس کے کہ بات رائے عامہ کے سامنے لائی جائے، لیکن ہم نے اس تجویز کو اس لئے رد کر دیا کہ یہ بات اس معاہدہ کے اعلان سے پہلے ممکن تھی، لیکن معاہدہ کے بعد کیسی طرح ممکن نہیں، مصر ہم نے یہ بھی سوچا کہ چند گفتوں کی گفتگو فوراً جھلا دی جائے گی اور دیواروں کے پیچھے دفن ہو جائے گی اور مصری عوام اور باہر کی دنیا یہ سوچے گی کہ تمام مصریوں نے اس معاہدہ کو قبول کر لیا ہے یہاں تک کہ ہم بھی۔ اور یہ سمجھا جائے گا کہ دیا جاتا تھا حق کیا گیا۔

اخبارات ضبط کر لئے گئے : دور قید مہینہ

عبد الناصر نے خاندہ کو سمجھایا کہ ملاقات سے کوئی فائدہ نہیں لیکن اس کے باوجود ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں کہ اپنی اس نارضگی کی وجہ سے انقلاب کے خلاف کسی جدوجہد کی شروعات کا ارادہ نہیں رکھتے، ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ لوگ یہ جان جائیں کہ مصر میں اب بھی کچھ ایسے مخلص اور وطن پرست موجود ہیں جن کے اندر زندگی کی رمق باقی ہے، ان کا ضمیر مردہ نہیں ہوا ہے، بلکہ ہم نے دوسرے افراد سے یہ کہا کہ یہ موقف تو مصری عوام اور مصر کا حق ہے کیونکہ اس طرح آپ انگریزوں سے یہ کہہ سکیں گے کہ ہم نے آپ سے ایسی صورت میں معاہدہ کیا ہے کہ مصری عوام اس سے خوش نہیں ہیں اس لئے مزید رعایت کی ضرورت ہے۔ اس کے باوجود عبد الناصر نے اس تجویز کو ٹھکرا دیا۔

چنانچہ ہم نے میمورنڈم مرتب کیا اور ان سے وقت لینے کی کوشش کی کہ ان کو یہ میمورنڈم پیش کیا جائے، مگر وہ ٹال مٹول کرتے رہے اور پھر ہمارے سامنے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں تھی کہ اس کو عوام کے سامنے پیش کر دیں اور پریس کے حوالہ کر دیں، چنانچہ ایک اخبار نے اس کو شائع بھی کر دیا، صدر جمال عبد الناصر نے فوراً پرچے کے ضبط کر لینے کا حکم دے دیا، اور ان تمام شماروں کو ضبط کر لیا گیا جو اس وقت شائع ہونے تھے تاکہ ہماری آواز لوگوں تک نہ پہنچ سکے، اور پھر جولائی ۱۹۵۴ء میں حکومت کی جانب سے مذہبی مقابلوں کا انتظام کیا گیا، تاکہ جلاوطنی انخلاء کے معاہدہ پر مبارکباد پیش کی جائے۔

ہمارا یہ فرض تھا کہ ہم صحیح موقف واضح کر دیں اس لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ ہم اس میمورنڈم کو لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر لوگوں میں تقسیم کرائیں مصر میں اور مصر کے باہر بھی، اور اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ لوگ جان جائیں کہ مصر میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس معاہدہ کو ناپسند کرتے ہیں، اس کا مقصد ہرگز انقلابی رہنماؤں کی کوئی مخالفت یا ان پر بالادستی حاصل کرنا نہیں تھا، لیکن عبد الناصر کو اس کی وجہ سے غصہ آ گیا اور انہوں نے اخوانیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا شروع کر دیا، جب کہ معاہدہ کے ۲ مہینے تھا اس لئے میں ... ہو گیا، لیکن میں نے اس میمورنڈم کی چند کاپیاں اپنے ساتھ لے لیں کیونکہ شامی اور لبنانی پریس اس خبر کو بڑی خوشی سے شائع کر سکتا تھا۔ چنانچہ دونوں نے شامی صحیفوں کے حوالے سے خبر کو شائع کیا۔ اور اس پر بڑے ٹوٹ پڑے، میرے جانے پر جب چند ہی گھنٹوں بعد اخبارات میں خبر آئی کہ جمال عبد الناصر نے اخوانیوں کے صفایا کرنے کی مہم شروع کر دی ہے۔

سزائے موت اور جلاوطنی کی لہر:

چاہے عرصہ گزر جانے کے بعد شامیوں کی وہ جھنجلاہٹ اور ماتم کبھی نہیں بھولے گا جو انہوں نے اخوانیوں کے پھانسی کے وقت کیا تھا، جس میں مسلمان اور عیسائی دونوں شریک تھے، ۱۹۶۶ء میں جارج کی ایک صبح جب "شہداء" کا پہلا قافلہ روانہ ہوا تو اسلامی حکومتوں اور ملکوں کا تاثر اس درجہ ہو چکا تھا کہ اُس وقت شام کے وزیر اعظم "فارس الخوری" جو عیسائی تھے، شلی تحفیہ کو جو ... مصر کے سفیر تھے بلا بھیجا اور یہ بات ان سے کہی کہ شام کی پوری حکومت سے اس کے وزیر اعظم کے اخوان المسلمین کے لئے فدیہ ہو سکتی ہے، اور انہوں نے ان کو ہدایت کی کہ یہ پیغام جمال عبدالناصر تک پہونچا دیں۔

اتفاق سے اُسی زمانہ میں عرب لیگ کی ایک کانفرنس قاہرہ میں ہو رہی تھی چنانچہ وفد کے ممبروں نے "اخوان" کی رہائی کے لئے پیچ کا پیش کرنے پر اتفاق کیا اور لبنان کے وزیر خارجہ الفرید نقاش جو عیسائی تھے اُن کے ذمہ یہ کام سپرد کیا کہ وہ جمال عبدالناصر کے پاس جائیں اور عرب لیگ کی متفقہ رائے اور سفارش ان تک پہنچا دیں مگر جمال عبدالناصر نے اس کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کی۔

وہ بڑی حسرت کے ساتھ یہ کہہ رہے تھے کہ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ جس دن اخوانی تختہ دار پر چڑھ رہے تھے اُسی دن مصری حکومت اسرائیلی جاسوز (یلو جاکیم) کے قیدیوں کو چھوڑ رہی تھی جنہوں نے مصری شہریوں کو قتل کیا تھا، اور ٹھیک اسی دن صدر مصر جمال عبدالناصر امریکی سفیر کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دے رہے تھے، کتنا عجیب تضاد تھا۔ اس طرح ان سارے اسلامی اداروں اور تنظیموں کی کوششیں رائیگاں گئیں۔

اخوان اور جنگیں:

۱۹۵۶ء شروع ہوا اسی وقت اخوان نے باوجود ان قیدیوں اور انتقامی جذبہ کے کسی مصیبت کے وقت مدد کرنے میں کوتاہی نہیں کی، ہمیشہ پریشانی اور آزمائش کے وقت بڑھ کر تائید کی۔ ۱۹۵۶ء میں سویز کے وقت میں نے مسلمان رہنماؤں کو دمشق میں جمع کیا، اور مصری حکومت کی تائید میں تجویز پاس کرائی اور اپنی ساری صلاحیتیں اس کی مدد کے لئے صرف کرنے کا وعدہ کیا، ہم نے ایک ٹیلیگرام جمال عبدالناصر کے نام روانہ کیا جس میں مصر، شام، اور مدینہ کی معزز شخصیتوں کی دستخط تھی۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی (الشام)، محمود ... (عراق)، ... (اردن)، شیخ محمد محمود الصواف (عراق) ...

دمشق، عبدالحکیم عابدین، سعید رمضان، کامل الشریف اور سعید العظیل (مصر) ہم اسی دن مصری سفارتخانہ گئے اور مصری سفیر سے بات چیت کی، اس وقت محمود ریاض سفیر تھے جو آج کل عرب لیگ کے سکریٹری ہیں۔ وہ بھی اس موقف سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔

جس نے ۲۲ سال بادِ وطن سے دور گزار دئے، اُس دور کو یاد کرکے اور اس کا تذکرہ کرنے سے ان پر رقت طاری ہو گئی کہ بہت سے شامی دوستوں نے ان سے ملاقات کے دوران کہا کہ اپنے ملک کے سفارتخانہ جائیے اس لئے کہ اگر ان لوگوں نے آپ کو گرفتار کر لیا تو شامی حکومت پھر کچھ نہیں کر سکتی۔

شام کے ساتھ اتحاد:

اس طرح ہم نے مصر اور شام اتحاد کی تائید کی اس بنیاد پر کہ یہ اسلامی وحدت کے مرحلوں میں سے ایک مرحلہ ہے جس کی طرف اخوان المسلمین دعوت دیتے ہیں۔

اشتراکیت:

اشتراکی قراردادوں کا جب اعلان ہوا تو ہم نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اسلام کے علاوہ ہمارا کوئی نظام حیات نہیں ہے ہم اسی اعتقاد پر مرتے اور جیتے ہیں کہ ملک اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک کہ اسلامی قانون اپنے تمام اصول اور اپنے تمام جزئیات اور فروع کے ساتھ زندگی کے تمام شعبوں میں رائج نہ ہو جائے اور ہم اسلامی طریقوں کو اپنانے میں ایک نمونہ اور آئیڈیل ہوں۔ اس طرح ہم ان سے اتفاق نہیں کرتے کہ اشتراکیت، سرمایہ داری اور کیپیٹلزم اسلام کے بعض اجزاء کے موافق ہیں اور بعض کے مخالف کیونکہ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسلام کا ایسا تصور پیش کیا جائے جو اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔

یمن کی جنگ:

ہم نے اور اخوان المسلمین نے یمن کی جنگ کو شدت کے ساتھ ناپسند کیا، کیونکہ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق یمن میں تین لاکھ مسلمان قتل کئے جا چکے تھے، علاوہ ان ۳ ہزار کے جو مصری جانبازوں کے جو اس میں قربان ہوئے، اس فساد کا سب سے بڑی دلیل عبدالناصر کا وہ جواب ہے جو انہوں نے کسی ایجنسی کے نمائندہ کے سوال پر دیا تھا۔

ایجنسی کے نمائندہ نے کہا "کیا صیہونیت سے جنگ کا ارادہ ہے؟" تو انہوں نے جواب دیا کہ "آپ کیسے فلسطین میں جنگ کی توقع رکھتے ہیں جب کہ پچاس ہزار منتخب مصری فوجی اس وقت یمن میں برسرِ پیکار ہیں، اس کا مطلب یہ تھا کہ عبدالناصر کے نزدیک یمن میں مسلمانوں کا قتل اسرائیلیوں سے جنگ کرنے سے زیادہ اہم اور زیادہ بہتر تھا۔

اخوان کا دوسرا مقدمہ:

عبدالحکیم عابدین ۱۹۶۷ء کی جنگ کی طرف منتقل ہونے سے پہلے دو سال پیچھے لوٹ گئے جو اخوان کا دوسرا سال شہادت ہے یعنی ۱۹۶۵ء اور رو رو کر بیان کرنے لگے کہ:

"یہ تہمت کہ اس سال عبدالناصر کے خلاف انقلاب کی کوشش کی جا رہی تھی بالکل بے بنیاد ہے۔ اس کی تائید کے لئے یہ بات کافی ہے کہ ۱۹۶۷ء کی شکست کا سبب فوج کے دلوں میں شہادت کی تمنا تھی اور اُن کی پکار "اللہ اکبر" کے سوا کچھ نہیں تھی۔"

عبدالحکیم عابدین جو گفتگو کے دوران کبھی دوسرے سیدھے بیٹھ گئے فرمانے لگے ... "اخوان المسلمین" پر جو ستم ڈھائے گئے اس سے میرا دل ٹوٹ گیا، میں وطنیت کو جغرافیائی حدود سے نہیں جانتا بلکہ میں تو عقیدہ کی بنیاد پر دیکھتا اور جانتا ہوں کیونکہ میرے تو یہ دو اشعار ہی ہیں ۔۔

وطنت اور بی مسری الاسلام فی وطنا
الشام فیہ و وادی النیل سیال
واینما ذکر اسم اللہ فی بلد
عددت ارجاوہ من لب اوطانی

دریائے نیل کے نام ایک پیغام:

اس کے باوجود وطن کی محبت ہمیشہ ستاتی رہی اور برابر دل چاہتا رہا کہ چند لمحوں کے لئے دیکھ لوں۔ جب عبدالحکیم یہ بیان کر رہے تھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے ایسا لگتا تھا کہ ان کو اب تک اس کا یقین نہیں کہ وہ مصر کی سرزمین میں داخل ہو چکے ہیں۔

انہوں نے ہچکیوں کے درمیان کہا کہ جب میں ایک سفر میں بنگلہ دیش سے ترکی لوٹ رہا تھا، اور یونان سے میرا گزر ہوا، اچانک ایر ہوسٹس کی آواز آئی وہ اعلان کر رہی تھی کہ ہوائی جہاز قاہرہ کی طرف جا رہا ہے جو مسافر ترکی جا رہے ہیں وہ ایتھنس میں اتر جائیں۔ تاکہ دوسرے جہازوں کو لے سکے، میرے جذبات ابل پڑے، جب میں نے دیکھا کہ مشرق و مغرب کے لوگوں کا مصر سے رابطہ کا بھی واسطہ بنا ہوا ہے اور ہم مصر کے فرزند ہونے کے باوجود اس کی آغوش سے محروم ہیں۔

ایر ہوسٹس میرے پاس آئی اور میں نے کہا کہ مجھ کو تکلیف دور کرنے کے لئے اگر آپ کچھ کرنا چاہتی ہیں تو کرم کیجئے۔ میں نے کہا اس وقت مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، کچھ دیر بعد جب وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی تو میں نے انگریزی زبان میں ایک عبارت اس کے حوالہ کیا۔

"اگر تم میری خدمت کرنا چاہتی ہو تو ایک ایسا کام کرو جس سے میں تمہیں زندگی بھر یاد رکھ سکوں، جب تم قاہرہ پہونچو تو دریائے نیل کے کنارے چلی جانا اور میری طرف سے سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ ایک بیٹا ... عبدالحکیم عابدین نے جسے تم ایک قطرہ بھی نہیں دے سکتے ہو اپنے آنسوؤں کا تحفہ بھیجا ہے تاکہ تمہاری سرزمین میں ملایا جائے۔"

ایر ہوسٹس نے عبارت پڑھی اس کے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں اسکو ضرور پہونچاؤں گی۔

آپ اس ۲۲ سال کی مدت میں کیا کرتے رہے؟:

میں اس دوران لکھتا پڑھتا رہا، انجمنوں کی تشکیل کرتا رہا اور اسلام کی طرف سے مدافعت کی کوشش کرتا رہا۔ میں نے کویت، سعودیہ، لبنان اور شام میں وکالت بھی کی، میں نامور تحریک کا ہمیشہ اور ہر جگہ سے دفاع کرتا رہا۔

صرف حق کے ساتھ:

کیا وکالت کا پیشہ اسلام کے موافق ہے؟

اس سوال کے جواب میں عبدالحکیم عابدین نے فرمایا کہ "میں نے کوئی بھی مقدمہ بغیر اپنے ضمیر کے مشورہ کے قبول نہیں کیا، مجھ پر اعتماد کا یہ حال تھا کہ بعض وکلاء صرف اس وجہ سے مقدمہ سے دستبردار ہو جاتے تھے کہ میں اسکی وکالت کر رہا ہوں، کیونکہ میں کبھی ایسا مقدمہ قبول نہیں کرتا تھا جس موکل نے بھرپور سے کام لیا ہو۔ میرا ضمیر مطمئن ہوتا تو میں اسکا مقدمہ لیتا اور وکیل کا ضمیر ہی اصل عدالت ہے۔

کیا ہر قسم کے مقدمات لیتے تھے؟:

میں مطمئن نہیں بہت چھان بین کرتا تھا جب میں اس مقدمہ کو ٹھکرا دیتا تھا جس میں مجھے اس بات کا علم ہو جاتا کہ موکل نے مجھ سے کوئی بات چھپائی ہے۔ جب مصر سے اس حال میں نکلا تھا اخوان کا جنرل سکریٹری تھا اور سہ رابطہ عالم اسلامی کا مشیر ہوا۔

لگی ہماری گفتگو جو عرصہ سے ... مسائل چند صفحات میں کیسے سمجھائی جا سکتی ہے وہ تو ایک مقدمہ کی داستان ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔

عرب سربراہوں کے نام کھلا مکتوب

از: نواب محمد صابر علی خاں

سربراہانِ عرب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

چودہ سو سال قبل اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں میں سے آپ عربوں کو منتخب فرماکر اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ نعمت "اسلام" اور بنی آدم کے لئے اپنا آخری پیغام اور ابدی ضابطۂ حیات "قرآن" ایک امانت کے طور پر آپ کو تفویض فرمائے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس انعام اور امانت کا صحیح حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کو اس ابدی ہدایت نامہ کو سختیاں اٹھاکر تکلیفیں برداشت کرکے اور جانوں اور مالوں کی بے دریغ قربانیاں پیش کرکے دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا اور پریشان حال بھٹکے ہوئے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور امانت کا صحیح حق ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ آپ سے اتنے خوش ہوئے کہ پوری دنیا کی دولت اور خزانوں کو آپ کے قدموں میں ڈال دیا اور پورے عالم پر آپ کو حکومت اور سیادت عطا فرمادی یہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی دوسری نعمت اور امانت تھی۔ آپ نے اس کا بھی صحیح حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو دنیا میں اور امانت کو اپنی ذاتی جائداد نہیں سمجھا بلکہ اسے خود اسی کی راہ میں صرف کردیا۔ اس کے دین کو پھیلانے، بگڑے ہوئے لوگوں کو سیدھے راستے پر لانے، جہالت کے اندھیرے میں بھٹکنے والوں کو ایمان اور علم کا نور عطا کرنے، پامال اور مظلوم انسانوں کو ابھارنے، مجبور اور پریشان حال بندوں کو خوشحال بنانے پر اللہ تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی دولت کو صرف کیا اور اپنی حکومت کو اللہ کے بندوں کی فلاح کے لئے وقف کردیا۔ دولت ہوتے ہوئے اسے اپنی ذات اور نفس کے لئے صرف نہیں کیا بلکہ اللہ کے دین کی تبلیغ اور اس کے بندوں کی آسائش کے لئے خرچ کیا اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بندگی، اطاعت اور شکر گزاری کو شرفِ قبولیت بخشا اور اپنی نعمتوں میں مزید اضافہ فرماتا رہا۔

اس کے بعد بدقسمتی سے ایک ایسا دور آیا جب کہ پوری عرب قوم نے اپنی روش تبدیل کی اور اللہ تعالیٰ کی پہلی اور سب سے بڑی نعمت یعنی اپنے دین "اسلام" اور اس کے کلام "قرآن" کی طرف سے بے اعتنائی اختیار کرلی اور اس کی دوسری نعمت و امانت یعنی دولت و حکومت کو اپنا حق، اپنی میراث اور ذاتی جائداد سمجھ کر اسے بے جا صرف کرنے لگے۔ دین کی تبلیغ چھوڑ دی اور عیش و عشرت، فسق و فجور، آرام و تفریحات پر بے دریغ دولت لٹانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے مہلت دی۔ بار بار آگاہ کیا مگر جب آنکھیں نہیں کھلیں تو عذاب میں مبتلا کیا۔ پہلے حکومت دیگر مسلم قوموں کو منتقل فرمادی۔ اس کے بعد جب وہ نااہل ثابت ہوئیں تو کافروں کو بھیجا جس نے عرب قوم کا بے رحمی کے ساتھ خون بہایا اور ان کی دولت اور حکومت سب چھین لی۔ پھر کافروں کی غلامی عربوں کا مقدر بن گئی۔

تاریخ افراد اور اقوام کو سبق دیتی ہے اور جو قومیں یا افراد اس سے عبرت اور صحیح سبق حاصل کرکے اپنے نظریات اور لائحہ عمل کو صحیح رخ دیتے ہیں وہ بامِ عروج پر پہونچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں گزری ہوئی قوموں کے عروج و زوال کے واقعات سناکر ان کے اسباب واضح فرمائے ہیں۔ عربوں نے چودہ سو سال قبل ان سے صحیح نصیحت اور سبق حاصل کیا اور کامل ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل پیرا ہوئے تو ترقی کے ان مدارج پر پہونچ گئے جن کا تصور بھی آج مشکل نظر آتا ہے۔ آج پھر اس قوم کو خود اپنی ہی تاریخ سے قرآن کی روشنی میں سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

اے قوم عرب! اللہ تعالیٰ نے دوبارہ آپ پر نظرِ عنایت و کرم مبذول فرمائی ہے۔ یکے بعد دیگرے آپ کے ملکوں اور علاقوں کو کافروں کی غلامی سے آزاد فرمایا ہے اور مادی دولت سے بھی دوبارہ مالا مال کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پہلی نعمت اسلام اور قرآن بفضلہ تعالیٰ آپ کے پاس موجود ہی ہے۔ میں آپ کے خیر خواہ کی حیثیت سے آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا صحیح حق ادا کرنا شروع کردیجئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کو جس میں پوری دنیا اور انسانیت کے لئے نجات چھپی ہے اپنے معاشرہ میں پوری طرح نافذ کیجئے اور دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہونچانے کے لئے سرگرمِ عمل ہوجائیے۔ آج انسانیت اندھیروں میں ٹھوکریں کھارہی ہے اور دنیا بربادی کے آتش فشاں کے دہانہ پر پہونچ چکی ہے۔ اٹھئے اور اس کو ایمان اور اللہ تعالیٰ کی مشعل سے منزل کی راہ دکھائیے۔ اس کو موت کے منہ سے نکال کر اسلام کے آبِ حیات سے سیراب کردیجئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو غلامی سے نکال کر خودمختار حکومتیں عطا فرمائی ہیں اور مفلسی و تنگ حالی سے نجات دے کر ابلتے ہوئے خزانوں کا امین بنا رہا ہے۔ خدارا ان دولت خزانوں کو بھی ضائع اور برباد نہ کیجئے۔ دولت کو عیش و عشرت، مشاغلِ تفریح اور بے راہ روی پر مت لٹائیے اور حکومت کو اپنوں کا خون بہانے کا ذریعہ اور غیر اسلامی نظاموں کی تجربہ گاہ نہ بنائیے۔ اللہ تعالیٰ کی ان دونوں نعمتوں کا صحیح حق اسی طرح ادا ہوسکتا ہے کہ خود تکلیفیں اٹھاکر اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پھیلانے اور اس کے دین کو قائم کرنے کے لئے ان کا استعمال کیا جائے اور خود عیش و آرام سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کو جو خوشحال زندگی سے محروم ہیں سہولیات سے بہرہ ور کیا جائے۔

اے قوم عرب! آپ اپنی ہی تاریخ سے قرآن کی روشنی میں سبق حاصل کیجئے۔ ہمیں آپ سے محبت ہے صرف اس لئے کہ ہمارے اللہ کا اور ہمارا محبوب آپ کے درمیان پیدا ہوا اور ہمیں آپ سے عقیدت ہے صرف اس لئے کہ انسانیت کا محسنِ اعظم آپ کی عظیم قوم اور پاک سرزمین میں پیدا فرمایا۔ اور اس خیال سے ہم کانپ جاتے ہیں کہ خدانخواستہ آپ سے دوبارہ امانت واپس نہ لے لی جائے اور نعمتوں کا زوال نہ ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ کی رہنمائی فرمائیں اور ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں کہ اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں ہم کامیاب ہوجائیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

آپ کا مخلص دینی خواہ اور ایک مسلم بھائی

نواب محمد صابر علی خاں

(سابق امیر ریاست محمد گڑھ)

زائرینِ حرم

دیارِ حبیبِ خدا دیکھ آئے
مدینہ کی دلکش فضا دیکھ آئے

وہ تنویرِ بدر الدجیٰ دیکھ آئے
تجلیٔ شمس الضحیٰ دیکھ آئے

مقاماتِ حمد و ثنا دیکھ آئے
دبستانِ عشق و وفا دیکھ آئے

وہ گلزارِ طیبہ وہ نہرِ زبیدہ
بہشت ایک زیرِ سماں دیکھ آئے

نظارہ کیا چاہِ زمزم کا جاکر
وہ تاثیرِ آبِ بقا دیکھ آئے

فضا میں تر و تازگی رُخ پہ رونق
کراماتِ آب و ہوا دیکھ آئے

نظر کی ہے فاران کی چوٹیوں پر
شکوہِ نگاہِ غارِ حرا دیکھ آئے

کھجوروں کے سائے کہیں ریگِ صحرا
پہاڑوں کا وہ سلسلہ دیکھ آئے

گزرتے ہوئے قافلے حاجیوں کے
چمکتے ہوئے نقشِ پا دیکھ آئے

حدی خوانیٔ ساربان بھی سنی ہے
روایاتِ بانگِ درا دیکھ آئے

مدینہ کے بازار مکہ کی گلیاں
مقاماتِ صدق و صفا دیکھ آئے

وہ صبحِ درخشاں وہ شامِ فروزاں
ہر اک منظرِ جاں فزا دیکھ آئے

جہاں زندگی جگمگاتی ہے ہر دم
وہ ماحولِ نور و ضیا دیکھ آئے

ان آنکھوں کو دیکھیں گے جی بھر کے ہم بھی
جن آنکھوں سے شہرِ وفا دیکھ آئے

تمام ان کی مشکل ہے آسان ماہر
جو شہرِ شہِ انبیاء دیکھ آئے

(اقبال ماہر)

ایک خاموش دعوت

اپنے آغاز سے ۲۵ ویں سال تک

عبدالرشید خان، ناظم مجلس تعلیم القرآن، ناگپور

یہ رپورٹ مجلس تعلیم القرآن کے سالانہ اجلاس مورخہ ... کو پڑھی گئی۔ اس اجلاس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بھی تشریف فرما تھے۔

☆

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین۔

اما بعد۔

جناب صدر، حضرت مرشد محترم، مہمانان خصوصی و برادران ملت!

آج کی اس مجلس کا مقصد تو آپ حضرات کو معلوم ہی ہے، یعنی درس قرآن کے چوتھے دور کی تکمیل اور پانچویں دور کا افتتاح۔

اس موقع پر درس قرآن کی ۲۵ سالہ تاریخ کا مختصر تعارف آپ حضرات کے پیش خدمت ہے۔

آپ جانتے ہوں گے کہ ہمارا شہر ناگپور جو علاقہ ودربھ کے نام سے معروف ہے، علمائے ربانی سے محروم تھا۔ یہاں جاہلیت کا دور دورہ تھا۔ شرک و بدعت کا بازار گرم تھا اور ہر طرف رنگ نظر آتی تھی۔ وہ صوفیائے کرام جنہوں نے ملت کے لئے اپنی زندگیاں بغداد اور اس سے بھی دور دراز مقامات سے آکر یہاں ختم کردی تھیں، وہ فراموش کر دئے گئے تھے اور انہوں نے جو توحید کی تعلیم دی تھی وہ بھی بھلا دی گئی تھی۔ ان کے بعد یہ علاقہ پھر ایک بنجر وادی کی شکل اختیار کرچکا تھا۔

تقسیم ملک کے بعد مسلمانوں میں ایک طرف مایوسی چھائی ہوئی تھی تو دوسری طرف ارتداد، الحاد، کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ان کا جذبہ ایمانی بھی سرد ہوتا نظر آرہا تھا۔ ایسے حوصلہ شکن حالات میں شہر ناگپور میں اللہ نے اپنے ایک بندے جناب الحاج عبدالکریم صاحب پاریکھ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی کو باقی رکھنے اور ان کو مایوسی و قنوطیت سے نکالنے کا صحیح اور واحد ذریعہ یہ ہے کہ ان کا تعلق اللہ سے بذریعہ کتاب اللہ قائم کرایا جائے اور شرک و بدعت کے گڑھوں سے ان کو پکڑ پکڑ کر نکالا جائے۔

آغاز: اسی مقصد کے تحت جناب پاریکھ صاحب نے اس شہر ناگپور میں ... میں اللہ کی کتاب کو سمجھ کر پڑھنے کا طریقہ رائج کیا۔ قرآن کا ترجمہ اور قرآن ہی سے قرآن کی تفسیر کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ رد عمل کے طور پر وہ طاغوتی طاقتیں جن کا اوڑھنا بچھونا بلکہ روزگار ہی شرک و بدعت تھی، انہوں نے مخالفت کے غلیظ و کثیف طوفان کھڑے کئے۔ مگر

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

آخر آپ کی ثابت قدمی اور استقامت غالب رہی۔

ابتدا میں تو یہ تنہا ہی چلے تھے مگر مرد ملتے گئے اور قافلہ بنتا گیا۔ اس طرح اجتماعی زندگی کا دور شروع ہوا۔ آخر وہ وقت بھی آیا کہ نہ صرف شہر، علاقہ و صوبہ بلکہ برصغیر ہند میں مجلس تعلیم القرآن کا نام جانا اور پہچانا جانے لگا۔ کیونکہ تقریری کام کے ساتھ ساتھ تحریری کام بھی شروع ہو چکا تھا۔

تصانیف: مولانا عبدالکریم پاریکھ کی اوّل تصنیف جو ... میں منظر عام پر آئی وہ ہے "جدید آسان لغات القرآن"۔ یہ کتاب طرز تلاوت پر کلام اللہ کے الفاظ کا اردو ترجمہ پیش کرتی ہے، تاکہ مبتدی مختصر عرصہ میں کتاب اللہ کی آیات کا ترجمہ از خود سمجھ لے۔ ترجمے میں اردو الفاظ مستند علمائے کرام کے تراجم سے لئے گئے ہیں۔ اکثر پڑھنے والوں کا تعلق علمائے کرام سے جڑا رہے۔ ۱۹۶۰ء میں اس کتاب میں توضیح کا اضافہ کرکے قارئین کے لئے مزید آسانی فراہم کی گئی۔ سال گذشتہ تک اس کتاب کے نو (۹) ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ امسال یا آئندہ ان شاء اللہ اس کا انگریزی ایڈیشن بھی منظر عام پر آجائے گا۔ ہندی ایڈیشن طباعت کے مرحلوں میں ہے۔

دوسری تصانیف میں "قوم یہود اور ہم قرآن کی روشنی میں" وقت کی ایک اہم ضرورت میں شمار کی جانے والی کتاب ہے۔ یہ کتاب ... میں پہلی بار شائع کی گئی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن مکتبہ "الحسنات" نے نو آفسیٹ پر دیدہ زیب کور کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں قوم یہود سے متعلق تمام آیات قرآنی مسلسل وار درج کی گئی ہیں۔ آسان ترجمہ کے ساتھ بنی اسرائیل اور قوم یہود کی تاریخ کی مزید وضاحت کے لئے ذخیرۂ احادیث، اقوال صحابہ، اور قدیم و جدید مفسرین کے بیانات کو سامنے رکھ کر اس قوم کی موجودہ روش کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ تاکہ مسلم کو سابق امت کے عروج و زوال سے سبق حاصل ہو۔ اس کتاب پر ملک کی ... صاحب قرآنی ندوۃ المصنفین دہلی نے تحریر فرمایا ہے۔

شخصی تعارف: مجلس تعلیم القرآن کے بانی الحاج عبدالکریم صاحب پاریکھ کا مختصر شخصی و ذاتی تعارف بھی اس موقع پر برمحل ہوگا۔

آپ گجرات کے علاقہ کاٹھیاواڑ کی میمن برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک نامور گجراتی کے چشم و چراغ ہیں۔ موروثی ذریعہ معاش تجارت ہے۔ لیکن صنعت و تجارت کے ساتھ ساتھ خدمت دین آپ کا صرف مشغلہ ہی نہیں بلکہ مقصد حیات ہے۔ اسی لئے گزشتہ ۲۵ سال سے اللہ کی کتاب کا درس ایک خاص انداز سے دیتے ہیں۔ آپ کے متعلقین و احباب کا ایک وسیع حلقہ پیدا ہوگیا ہے۔ آپ کی مسلسل خدمت قرآن سے اب تو شرک و بدعت کے قدیم مراکز بھی متزلزل ہو گئے ہیں۔

آپ اصول تفسیر میں حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہم اللہ کو امام مانتے ہیں نیز تمام قدیم و جدید مفسرین سے بھی استفادہ فرماتے ہیں۔

اپنے حلقۂ درس میں شرکا، اور متعلقین کی رعایت فرماکر آپ اکثر فرماتے ہیں کہ آپ جس مکتبۂ فکر سے متعلق ہوں اسی مکتبۂ فکر کے عالم کا ترجمہ پڑھیں، مگر قرآن کو ترجمے کے ساتھ سمجھ کر پڑھیں، یہی مجلس تعلیم القرآن اور آپ کا مقصد حیات ہے۔

اس کے علاوہ سماجی اور معاشرتی اصلاح کے لئے آپ نے متعدد مضامین لکھے ہیں جو اکثر رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ بعض مضامین کو کتابی شکل میں ان شاء اللہ عنقریب شائع ہوں گے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہی نہیں بلکہ باعث تشکر ہے کہ دیگر مذاہب کا آپ کا مطالعہ بہت وسیع اور جامع ہے۔ اسلام اور دیگر مذاہب کی تقابلی تقاریر میں آپ کا انداز بیان شائستہ اور دلپذیر ہوتا ہے۔ جو برادران وطن اپنے مذہبی مقتداؤں میں آپ کو مدعو کرکے تقسیم ... سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے دیگر مذاہب کے ماننے والوں میں آپ کو عزت و محبت کا وہ مقام حاصل ہے جو دیگر لوگوں کو کم ہی حاصل ہو۔

دعوت کی انفرادیت: اس پوری دعوت اور تعلیمی تبلیغی مہم میں آج تک تنظیم جماعت چندہ یا مالی فنڈ کے قیام کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس لئے کہ حاجی صاحب شروع ہی سے اپنے ساتھ چلنے والے تمام احباب کا ذہن بنانے میں اس طرح کامیاب ہوئے کہ جب بھی مالی، ذہنی و فکری تعاون کا مرحلہ درپیش ہو تو ہر شخص آگے بڑھ کر اس فریضہ کو اپنی طاقت بھر انجام دے ڈالے جس طرح وہ اپنے اور اپنے خاندانی مسائل کے حل کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ باقی چھوٹے بڑے اجتماعی امور میں داعی کی آواز پر تمام احباب اپنا سب کچھ دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

جماعت بندی کرنے کے بجائے، ہر جگہ ہر محلہ، ہر مسجد، فرض جہاں اور جس جگہ بھی ممکن ہو لوگ اکٹھے ہو کر قرآن مجید پڑھنے پڑھانے سمجھنے سمجھانے کے لئے مجلس کا انعقاد کرلیں اور تعلیم کا متعین وقت پورا ہونے پر مجلس برخاست ہو جائے تاکہ اس دعوت کو روایتی تعلیم برگزیدہ بنے دیا جائے۔ اور نہ کسی بھی جماعت کی تشکیل ہو نیز روزانہ اپنے اپنے گھروں میں لوگ اپنی سہولت کے مقررہ وقت پر اہل خانہ کے ساتھ قرآن مجید ترجمہ سے پڑھیں اور پڑھائیں۔

موصوف کا یہ قول ہم ... کہ جماعت بندی اور جماعت پرستی ایک بیماری ہے، جو لوگوں کو کسی کام کے لئے اکٹھا کرنے اور پھر دل میں رہ جانے کے بجائے خود اپنے اندر تنظیم کو منتشر کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اس لئے یہاں کوئی تنظیم بازی، جماعت سازی یا تحریک کا استعمال کا ذہن نہ ہو کر ایک روز مرہ کی ضرورت کا کام سمجھ کر سب لوگ اپنے آپ کو قرآن سے اور اس کی تعلیم سے وابستہ رکھیں یہی دعوت دی جاتی ہے۔

اگر ضرورت کا شعور ہو تو ہمارے ساتھ رہیں، ساتھ نہیں بلکہ وہ خود بھی اپنے طور پر یہ کام کر سکتے ہیں۔ اس میں ہماری اجازہ نہیں، یہی اس دعوت کی انفرادیت ہے۔

جو کہ ابتدا سے قرآن مجید کی خدمت کا ایک کام مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا اس لئے دوسرے جدید اور ضروری کاموں کے لئے وقت نکالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ... مدت کا ہے گو ہم بھی شروع کرنے کے ... ہوں تو آپ نے بیشتر قرآن کی تفسیر کے لئے ... عمل ... آپ کی ...

ملتا ہے لیکن بعض لوگوں نے دانستہ طور پر یا نادانستہ آپ پر الزام تراشی کا کام کیا لیکن بجو تے الزامات وقت نے ہر پوری طرح آپ بری ثابت ہوئے۔ اس معاملہ میں ایسا ہی ہوا حضرت موصوف نے کلام پاک کی تشریح و تفسیر میں ہمیشہ احادیث نبوی کو پیش نظر رکھا ہے۔ خود آپ کا قول ہے کہ جتنا غور و خوض کرکے ہم اولاد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قریب ہو جائیں گے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہدایت کے راستے ہم پر پوری طرح اسی وقت کھلیں گے جب ہم تفسیر و تعلیم میں احادیث نبوی، سنت رسول اللہ اور صحابہ کرام سے حاصل شدہ تعلیمات ہی کے تحت رہیں گے۔

خواتین کا کام:

بہنوں میں کام کرنے کے چند خاص طلبے ہیں۔ اس ضمن میں آپ کا یہ قول ہے کہ بہنوں میں بہنوں ہی کے ذریعے کام ہونا چاہیے۔ اس لئے کچھ خواتین اس سلسلہ میں جو کچھ کوشش کر رہی ہیں وہ جیسا کے باوجود ہونے کے باوجود بھی خواتین میں اصلاح ہو گئی۔ تعلیم، اعتقادات اور بدعات و خرافات کی بیخ کنی کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ پھر بعض تعلیم قرآن جلسوں سے زیادہ گھروں میں تعلیم کا ذریعہ اس طرح خواتین کی تعلیم بھی آپ ہی آپ ہوتی رہی ہے۔ بہر حال بہنوں کا چھوٹا گروہ برگزیدہ ہے اور اللہ کا شکر ہے۔

غیر مسلم دوستوں میں دعوت:

اس ملک میں طرز ادا اور ... خاص طور پر مسلم دوستوں میں قرآن کا پیغام پہنچانے کا کام کیا ... اور جو آپنے کو کتاب حضرت کا ترجمہ ... کرائی۔ اس طرز کی اداسی کے نتیجہ میں ... صاحب اس سلسلہ میں بھی کام کر رہے ہیں۔ ... کی خاصہ کر کے ... تعلق ہے کہ غیر اس کتاب کی ... کام آگے بڑھانے کا بیڑا ... کام ... کر رہے ہیں۔

مولانا ... آپ نے ہندو مسلم بھائیوں کو ... اور انسانیت کے احترام کے جذبات کو ... ان اصولوں کے تحت جوڑنے کی کوشش کی۔

(۱) وہ ... اصول یہ ہیں۔

(۱) تمام مذاہب کے رہنماؤں کا احترام کیا جائے (اور مشترک اقدار ... کا ...)

(۲) ... آپس میں ایک دوسرے کی دلشکنی نہ ہو۔

(۳) ... مذہب کی ... تضحیک نہ کی جائے ... حملات و ... نہ کی جائیں۔

(۴) مذہب کے نام پر ... دنگے نہ کئے جائیں۔

(۵) عبادت گاہیں ... نہ ڈھائے جائیں۔ دیواریں بھری گئی جائیں۔

(۶) ہر معاملات میں اتفاق ہو ان میں تعاون کیا جائے۔

(۷) مذہب پر ... والی طاقت جو اسے توڑنے میں استعمال نہ کیا جائے۔

(۸) خدا کو ماننے والے تمام مذاہب کے عام لوگوں کی اجتماع کریں اور مشترک مسائل کے سلسلے میں مل کر ... کریں۔

(۹) اتفاق ... کرتے ہوئے ... بات پوری طرح وضاحت سے پیش کی جائے۔

(۱۰) الحاد، بے دینی، خدا کا انکار، بداخلاقی، انارکی، بے حیائی، عریانی فضول خرچی، معاشرتی رسومات کے مقابل توحید، خدا پرستی، انسانیت، حق اور انصاف کے علم کو بلند کیا جائے۔

ان اصولوں کے تحت کتاب ... کی تعلیم کے مطابق جناب الحاج عبد الکریم پاریکھ نے اسی انداز پر اپنا ایک وسیع حلقہ احباب بنایا ہے۔ جس میں تمام مذاہب کے انصاف پسند اور حق پرست افراد آپ کے ساتھ ہیں۔

بہت سے لوگوں کے سمجھ میں نہ آنے کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ کوئی پارٹی یا جماعت بنائے بغیر اتنا بڑا کام کیونکر ہو رہا ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے۔ حالانکہ کوئی تنظیم نہیں بلکہ مخلصانہ کام کرنے والوں کے لئے جہاں ایک نئی راہ ہے وہاں جماعت بندی اور پارٹی بازی سے بچ کر کام کرنے کا ایک نیا منفرد اور کامیاب تجربہ ہے۔

حضرت ان علالت کے باوجود مرشد محترم مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی تشریف آوری جنھیں ہم اور ہمارے والی دنیا مرشد محترم مانتے ہیں، ہمارے لئے ولی مسرت کا باعث ہے اسی طرح سے ہم تو آپ کی آمد کو اپنی دینی تحریک کی کامیابی کے لئے بشارت اور نیک فال سمجھتے ہیں۔

اور یہ کہ حضرت کی تشریف آوری اس وقت کی ... کا باعث ہر اخلاق اور دین کے ... دعوت ... ان کے لوگوں کو دعوت ... ہے کہ اور صرف ... پر ... اصلاح ... سے ... ہم ... کی ... کے ... ہم مجلس ... قرآن کے ... کام کرنے والے ... ان کی ... اصلاح ... فرمائے ... (آمین)

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی

نئی تصانیف

جب ایمان کی بہار آئی: رائے بریلی کی تربیت گاہ سے بالاکوٹ کی شہادت گاہ تک ایمان و یقین، اسلامی اخلاق اور جہاد و قربانی کی روح پرور داستان۔ شروع میں سید احمد شہید کی سیرت کا مختصر خلاصہ، اس کے بعد ... کی کتابت و طباعت دیدہ زیب ...
قیمت: ... روپے

پرانے چراغ: ملک کے مختلف شعبوں کے چند نامور ارباب علم و دانش کے حالات سوانح، ... کا ایک دل آویز و دلکش علمی مرقع جس کو پڑھ کر دین و علم کی بیداری پیدا ہوتی ہے۔
قیمت: ... روپے

تعدد ازدواج: اس اہم مسئلہ پر ایک عرب فاضل شیخ عبد العزیز ... کی تحریر قرآن حکیم اور عقل سلیم کی روشنی میں۔ قیمت صرف ایک روپیہ ... پیسے۔ انگریزی ... روپے

ذکر خیر: مولانا ندوی کی والدہ ماجدہ کے ... حالات زندگی جو سب کے لئے یکساں مفید و سبق آموز ہیں۔ قیمت صرف ... روپے

مکتبۂ فردوس مکارم نگر (برولیا) لکھنؤ ۳

خوش خبری

اردو زبان میں ہومیوپیتھک علاج پر بے نظیر کتاب
(... ہومیوپیتھی)

مصنفہ جناب ڈاکٹر ... محمد ... صاحب ... تیار ہو گئی جس میں ... تمام امراض کی تشخیص، اسباب، ... مکمل علاج دیا گیا ہے ... کتاب ... شائع نہیں ہوئی۔ ... ہر گھر کے لئے ... آسانی سے ... ڈاکٹروں کے لئے یہ کتاب ... خریدیں ...
ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔

صفحات تقریباً ... قیمت فی جلد مجلد ... Rs. 20/-
محصول ڈاک علیحدہ

... ہومیو ... لکھنؤ

دور حاضر کی بہترین گھریلو دوا

نورانی تیل

ہر قسم کے جسم کے درد، چوٹ، ورم، ... کی بہترین دوا

Regd. No. L. 8/NP 56 FORTNIGHTLY Phone: 22948

TAMEER-E-HAYAT

Daruluiloom Nadwatululama, Lucknow (India)

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل

(عصمت اللہ ... ندوی)

لندن سے نکلنے والے ایک عربی پرچہ میں ایک مغرب زدہ مسلم ہندوستانی ڈاکٹر کا تذکرہ آیا ہے جو مغربی زندگی اور مرعوبیت کا ایک نمونہ ہے۔ یہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ پرچہ کا مضمون نگار اس واقعہ کو یوں لکھتا ہے:۔

"میرے ایک ہندوستانی دوست ڈاکٹر ہیں، ان کا نام سراج الدین ہے۔ وہ ناک، کان اور گلے کے آپریشن کی پریکٹس برطانیہ میں کر رہے تھے۔ اس میں جب وہ ماہر ہو گئے اور ان کو اسپیشلائزیشن کی ڈگری مل گئی تو انہوں نے ایک دوست پارٹی کا اہتمام کیا۔ اس پارٹی میں مجھے بھی شرکت کی دعوت ملی۔ ... وہ ایک پرتکلف شام تھی، اس پارٹی میں ہمارے ڈپارٹمنٹ کے تقریباً سبھی شریک تھے، حاضرین کی خاطر مختلف قسم کے نہایت لذیذ اور بہترین مشروبات اور مختلف قسم کے ہندوستانی کھانے ... ہمارے وہ ہندوستانی دوست خوشی و مسرت میں جھوم رہے تھے، ان کے رنگ روپ سے فرحت و انبساط ٹپک رہا تھا، وہ کیف و مستی میں دیوانہ وار ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے، کبھی کسی سے مذاق کرتے تو کبھی کسی سے تفریح لیتے ——— پھر اس کے بعد ایک جگہ ہم گفتگو کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ باتوں باتوں میں انہوں نے ایک چھوٹا سا کتابچہ نکالا جس میں برطانوی تاج کا مارکہ تھا، اسے دیکھ کر مجھے ایک قسم کی دہشت سی ہوئی اور میں نے فوراً یہ سمجھ لیا کہ یہ برطانوی پاسپورٹ ہے، وہ مجھے دکھا کر انتہائی خوشی و مسرت میں کہنے لگے، میں نے تو اس کو حاصل کر لیا۔ میں نے کہا تم نے کیا حاصل کر لیا؟ تمہیں کیا ملا؟ کہنے لگے کہ یہ برطانوی شہریت ہے ——— میں تھوڑے غصہ میں بولا، تو اس برطانوی شہریت سے تمہیں کیا عزت و شرف حاصل ہوگا؟ کہنے لگے، مسئلہ شرف و عزت یا شہرت و کثرت کا نہیں۔ برطانوی شہریت حاصل کرنا ہی میرے لئے اس ملک میں بیشمار قسم کے دروازے کھل جانا ہے۔ میں نے پوچھا کیا تم یہاں رہنے کا ارادہ کر رہے ہو؟ کہنے لگے کیوں نہیں۔ شہر کے ایک بہترین جگہ میں نے ایک خوبصورت گھر خرید لیا ہے، اور میری ... بالکل نئی نئی ہوئی ہے، اور تمہیں تو اس بات سے واقفیت ہے ہی کہ میری بیوی انگریز ہے تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں اس ملک کو اپنا وطن بنا لوں جبکہ تمام آسائش اور راحت و آرام مجھے حاصل ہے ——— میں نے کہا، تو تمہارا ارادہ ہندوستان جانے کا بالکل نہیں؟ کہنے لگے، بھئی میں وہاں جا کر کیا کروں، لوگ وہاں بھوکوں مر رہے ہیں اور سرکاری نوکری بالکل بیکار ہے، اس سے خرچ پورا نہیں ہوتا، رہا پرائیوٹ پریکٹس تو وہاں بہت سارے ڈاکٹر دکھتے ہیں اور ہمارے وہاں کے مریض بہت غریب ہوتے ہیں وہ ڈاکٹر کو مناسب فیس بھی ادا نہیں کر سکتے ——— میں نے کہا، میرے دوست کیا تم یہ سوچتے ہو کہ تم کوئی اچھا کام کر رہے ہو؟ تم اس ملک میں پیدا ہوئے، وہاں تمہاری نشوونما ہوئی، یہاں تک کہ جوان ہوئے، اور پھر تمہیں وہاں تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا جو تم جیسے لاکھوں کو نہ ملا ہوگا۔ اب جبکہ تمہارے بازو مضبوط ہو گئے اور تمہارے ملک کی تم سے توقعات وابستہ ہو گئیں تو تم نے برطانوی شہریت حاصل کر لی۔ کیا تمہارے دل کے کسی گوشہ میں یہ خیال پیدا نہیں ہوتا کہ تمہارے ہندوستانی بھائی تمہاری خدمات اور تمہاری توجہ کے زیادہ مستحق رہتے ہیں۔ یہاں انگریز مریضوں کے علاج کرنے والے بہت سارے ہیں۔ میری گفتگو سن کر ان کا رنگ کچھ بدل گیا اور کہنے لگے تم مجھ سے جذباتی گفتگو نہ کرو، مجھ پر اس کا اثر نہ ہوگا۔ ہر شخص کی ایک رائے ہوتی ہے اور وہ اپنے مستقبل کے لئے مصالح کو پیش نظر رکھ کر قدم اٹھانے میں آزاد ہے۔ میں نے کہا، تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہے کہ تم ایک مسلمان ہو، اللہ و رسول کے سامنے مسلمان جانے کے سلسلے میں تمہیں جواب دینا پڑے گا۔ تمہیں خوب اس کا علم ہے کہ ہندوستانی مسلمان مفلس ہیں، ان میں تعلیم یافتہ لوگوں کی بہت کمی ہے ... ایک غریب ملک سے ... وابستہ ... وہاں بھی ... اور امریکہ میں تم کو مل رہا ہے۔

تمہیں اس سلسلے میں کچھ ایثار و قربانی سے بھی کام لینا پڑے گا۔ میری بات سن کر وہ کہنے لگے، ہاں مستقبل بعید میں میں اپنے وطن لوٹ جاؤں، اس لئے کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ اپنے وطن کے خاک کے علاوہ کہیں اور دفن ہو جاؤں ———

مضمون نگار اس مغرب زدہ مسلمان ڈاکٹر کا تذکرہ کرنے کے بعد ایک اور شخص کا ذکر کرتا ہے جو اس پارٹی میں شریک تھا، لکھتا ہے:۔

"اس پرتکلف پارٹی میں ایک انگریز ڈاکٹر بھی موجود تھے ان کے تواضع اور گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ سراج الدین کے گہرے دوستوں میں ہیں۔ ان سے تعارف ہوا اور پھر ہم ایک دوسرے سے اپنی گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ مجھے معلوم ہوا کہ ان کی پیدائش تو چین میں ہوئی ہے اور وہ مذہباً پروٹسٹنٹ عیسائی ہیں۔ اور چین میں کمیونسٹ انقلاب آنے سے پہلے وہاں "کتاب مقدس" کی اشاعت کا ایک مطبع میں اہتمام کرتے تھے، لیکن کمیونسٹ انقلاب آنے کے بعد ان کو وہاں سے کوچ کرنا پڑا۔

دوران گفتگو میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ کو چین میں بچپن کا زمانہ کچھ یاد ہے؟ وہ کچھ لمحہ خاموش ہونے کے بعد کہنے لگے: "جب میں دس سال کا تھا تو ہم وہاں سے چلے تھے، میرے ذہن میں سوائے کچھ دھندلے نقوش کے اور کچھ بھی نہیں لیکن اب ... میں نے قدرے تعجب سے پوچھا، کیا آپ کا یہ سفر سیر و سیاحت کے لئے ہوگا؟ کہنے لگے، نہیں، نہیں، مجھے ایک اسپتال میں کام کرنے کا موقع مل گیا، جو ابھی کچھ دنوں پہلے ہی ہندوستان کے صوبہ بہار میں ... اور میں وہاں چند سال کام بھی کر چکا ہوں، اور میرا یہ خیال ہے کہ میرے لئے وہاں ایک پیغام ہے ... مصائب و آلام میں پریشان انسانوں کے تکلیف دہ زخموں کو کم کرنے اور انہیں راحت پہنچانے کا موقع ہے۔ یہ کہہ کر اس نے البم کھولا اور اس عیسائی اسپتال کی ... جس میں وہ کام کر رہے ہیں، ایک تصویر دکھائی جس میں وہ خود اور بعض ہندوستانی مریض جن کے پاس ... بیٹھے ہوئے تھے۔ اس البم میں سے ایک اور تصویر ابھر کر دکھائی جس میں وہ اور ان کی بیوی تھی، وہ سر پر رومال باندھے ہوئے تھے اور ان کے ایک طرف ایک گدھے پر سوار تھی ——— یہ تصویر دکھا کر کہنے لگے: ہم وہاں مسیح علیہ السلام کی زندگی کا نمونہ ہسپتال کے ڈراموں میں پیش کرتے ہیں۔ میں وہاں یوسف النجار کا کردار ادا کرتا ہوں اور میری بیوی مریم کا پارٹ ادا کرتی ہے، اسی طرح ہم وہاں دل میں لوگوں کے علاج و معالجہ کا کام انجام دیتے ہیں اور ان کو ان کے سامنے مسیحی پیغام پہنچاتے ہیں۔

اب دیکھئے، اس مغرب زدہ مسلم ڈاکٹر اور اس عیسائی ڈاکٹر میں کس قدر تفاوت ہے ... دونوں کے طرز کلام میں کس قدر فرق ہے، دونوں کے ایمان و عمل میں کتنا فرق ہے ——— اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی، اس سے بڑھ کر رونے کا مقام اور نہیں ہو سکتا ہے ——— آج ہر جگہ مسلمانوں کی یہی حالت ہے، وہ اپنی تمام محنت و کوشش اور جد و جہد ان علوم و فنون کے حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں، خطرات اور مصیبتوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور زندگی کا بڑا حصہ ان کے حصول میں نکل جاتا ہے۔ اور جب پھل پک کر تیار ہو جاتا ہے اور اس کے توڑنے کا وقت آتا ہے ——— تو کوئی دوسرا اس کو توڑ لیتا ہے۔ مسلمانوں کی ... دن بدن تنزل پذیر ہے ——— اور اغیار روز بروز ترقی پذیر، وہ مسلمانوں کے ان جد و جہد ... کی کمائی ہوئی دولت پر قابض ہو جاتے ہیں اور اس طریقہ سے اپنی پوزیشن کو ترقی دیتے رہتے ہیں۔ پھر وہ ان ہی لوگوں کے پاس ... ان ہی کے ضمیروں کو بیچتے ہیں جو بظاہر ہی انسانیت کے ہمدرد ہوتے ہیں لیکن ان کا باطن تعصب سے بھرا ہوتا ہے۔ یہ لوگ ان ملکوں میں پہنچ جاتے ہیں اور وہ ... کا کام انجام دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ کو متزلزل کر دیتے ہیں۔

رانا ٹرانسپورٹ کمپنی

۲۱۔ زکریا اسٹریٹ کلکتہ ۱

اتر پردیش، مدھیہ پردیش، دہلی، بمبئی

فون نمبر ...

مالک ...